ڈاکٹر محمد یونس بٹ

شناخت پریڈ

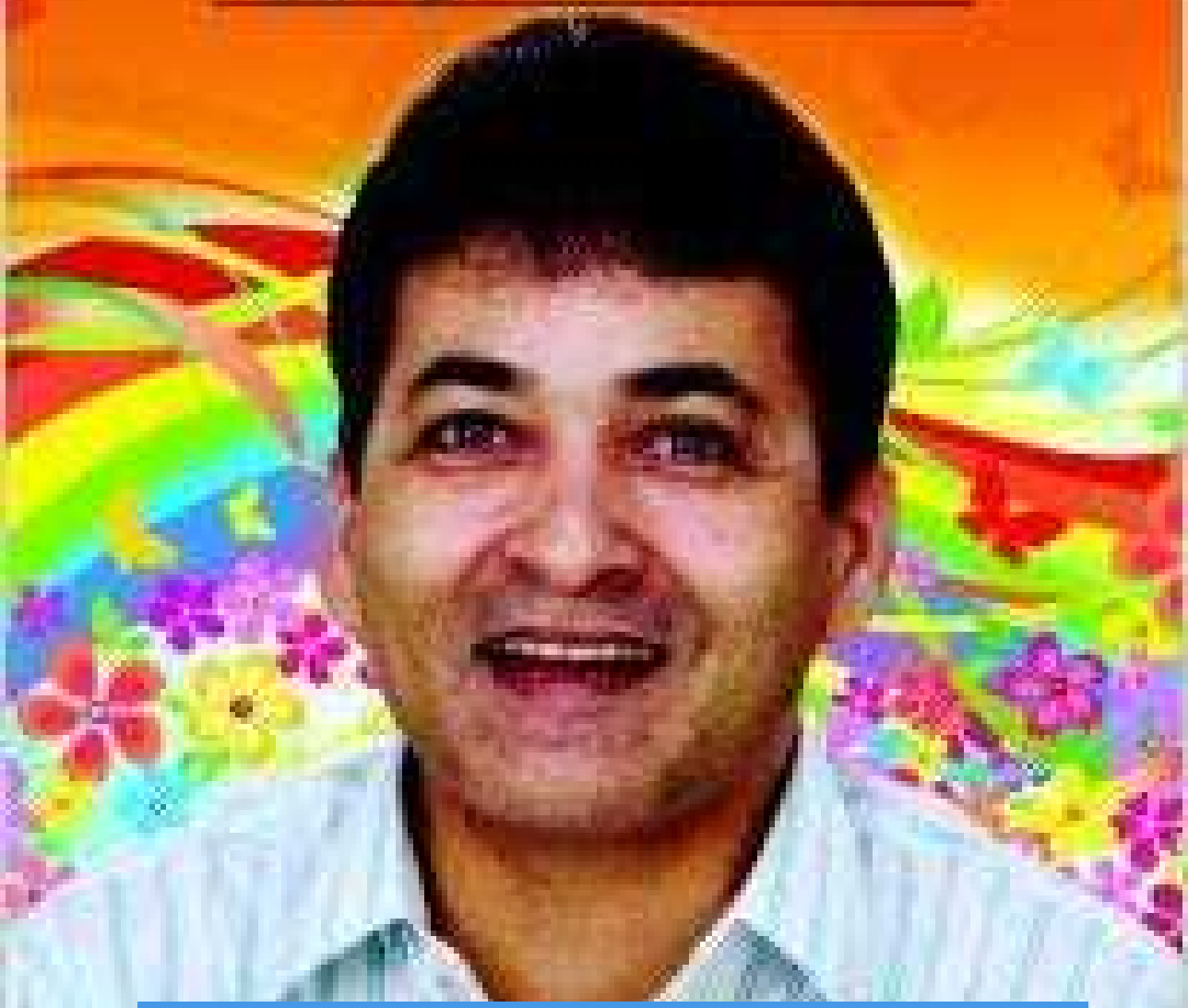

urdukutabkhanapk.blogspot

© Urdu4U.com
www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ڈاکٹر محمد یونس بٹ

۱۹۹۲ء

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- تو تو میں میں

یوں تو ادیبوں' شاعروں کو اپنے بارے میں کچھ لکھنے کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی' جب ان کا دل چاہے کہ ان کے بارے میں کچھ کہا جائے وہ محفل سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور وہاں بیٹھے ادیب شاعر ان کی چاہت پوری کر دیتے ہیں۔ سو محمد یونس بٹ کے بارے میں کہہ کر میں آپ ہی کا کام کر رہا ہوں۔

دیکھنے میں ایسا کہ ادیب شاعر اسے محمد یونس بٹ کا بیٹا سمجھ کر شفقت سے پیش آتے ہیں۔ قد اتنا کہ اسے ہر دوسرا شخص خود سے بڑا نظر آتا ہے۔ کھڑا ہوا لگتا ہے بیٹھا ہوا ہے۔ چلتا یوں ہے جیسے کشمیر فتح کرنے جا رہا ہو۔

برتھ سرٹیفکیٹ کے حساب سے اپنی پیدائش کے ایک سال بعد پیدا ہوا اور اس سے کئی سال پہلے اس کا نام رکھا جا چکا تھا۔ بچپن میں صحت ایسی تھی کہ والدہ اسے سکول لے کر جاتی تو محلے والے سمجھتے ہسپتال لے کر جا رہی ہے۔ گوجرانوالہ کی روایت کے مطابق ورزش کے لیے اکھاڑے گیا تو استاد پہلوان نے دیکھ کر کہا تمہاری ورزش کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ روزانہ دو کشتیاں دیکھ لیا کرو۔

بچپن ہی اس سے ڈاکٹر بننے کی صلاحیتیں تھیں۔ یعنی ہینڈ رائٹنگ شروع ہی سے

خراب تھی۔ اردو پنجابی میں بہت کچھ لکھا جس سے ادب کو کوئی فائدہ نہ ہوا' اسے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ اس کی ہینڈ رائٹنگ بہتر ہو گئی ہے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پہلے کارٹون بناتا تھا جب سے ادب میں آیا ہے کارٹون بنانے چھوڑ دیئے ہیں' اس کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ ادب میں کارٹونوں کا کوئی سکوپ نہیں کیونکہ یہ شاعروں' ادیبوں کی تصویروں سے پوری ہو جاتی ہے' تاہم اردو شاعری کے حوالے سے ادب اس کا احسان ہمیشہ یاد رکھے گا کہ اس نے تمام مواقع ملنے کے باوجود شاعری نہ کی۔ شعروں کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جو لوگ شاعروں کے ساتھ کرتے ہیں۔

یوں تو بچے کا آنسو دنیا میں اس کا سب سے پہلا لفظ ہوتا ہے' لیکن بچپن میں وہ مصیبت میں ہوتا یا کسی کو مصیبت میں دیکھتا تو رونے کی بجائے لکھنے لگتا' یوں اس نے رونے کا کام لکھنے سے لیا۔ آج بھی اس کی تحریریں پڑھ کر یہی لگتا ہے۔ گھر والوں نے جب اسے کسی غلطی کی سخت سزا دینا ہوتی تو اسے کچھ نہ کہتے اور وہ ساری رات سو نہ سکتا۔

دوسروں سے تعلقات یوں ختم کرتا ہے کہ انہیں کئی سال بعد پتہ چلتا ہے اور جن سے نئے تعلقات بناتا ہے انہیں بھی اتنی ہی دیر بعد پتہ چلتا ہے۔ زیادہ لوگوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تا کہ کم سے کم لوگوں کو اس سے مایوسی ہو۔ وہ ہر قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھ سکتا ہے مگر اس کے پاس ہر قسم کا آدمی نہیں بیٹھ سکتا۔ کسی کو قائل کرکے دوستی اور محبت نہیں کرتا۔ کہتا ہے جسے میں قائل کر سکتا ہوں اسے کوئی بھی قائل کر سکتا ہے اور جو ہر کسی سے قائل ہو جائے وہ دوستی اور محبت کے قابل کہاں۔ دو قسم کے لوگوں سے ملتے ہوئے ڈرتا ہے۔ ایک وہ جن کے ساتھ رہنا مشکل ہو اور دوسرے وہ جن کے بغیر رہنا مشکل ہو۔ دوست صورت دیکھ کر اور دشمن سیرت دیکھ کر بناتا ہے۔ اس قدر بزدل کہ جسے ناپسند کرتا ہے اسے پتا نہیں چلنے دیتا اور جس سے محبت کرتا ہے اسے بھی پتا نہیں چلتا۔ حالانکہ خاموشی ناپسندیدگی کے اظہار کا بہترین طریقہ سہی مگر محبت کے اظہار کا بدترین طریقہ ہے جس کسی کو سزا دینا چاہے اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اس سے نفرت کرے۔ جس کو چاہے اس کا دشمن نہ بنے' اسے دوست نہیں

بناتا۔
ہر چیز سے خوف کھاتا ہے۔ دشمن کی بجائے دوستوں سے باتیں کرتے وقت زیادہ ڈرا ہوتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ کر دے جس سے وہ ناراض ہو جائیں۔ اسی لیے جلد از جلد تنہا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔
URDU4U .COM
وہ ہر کام کر سکتا ہے مگر انتظار نہیں کر سکتا۔ انتظار کرتے ہوئے اسے بخار ہو جاتا ہے۔ اور بخار کے درجے سے پتا چلتا ہے انتظار زنانہ یا مردانہ۔
جانتا ہے غلطی کرنا انسان کا کام ہے اور معاف کرنا خدا کا اور وہ وہی کام کرتا ہے جو انسان کے کرنے والا ہوتا ہے۔ جس دن وہ کوئی کام نہ کرے سمجھ لیں آج اسے بہت سے کام ہیں۔
لوگوں کے موڈ اور انداز سے ان کی بات کہنے سے پہلے سمجھ جاتا ہے۔ لیکن لوگ اس کی بات اس کے کہنے کے بعد بھی نہیں سمجھتے۔ دوران گفتگو آپ سمجھیں گے وہ آپ کی بات بڑی توجہ سے سن رہا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے بولنے کی باری کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔
اس کا دل دیہاتی' آنکھیں شہری اور دماغ کسباتی ہے۔ ڈاکٹری کو بیوی اور ادب کو محبوبہ کہتا ہے۔ کھیلوں سے دلچسپی نہیں' کہتا ہے مجھے ایسی جیت نہیں چاہیے جس کے ساتھ کسی کی ہار وابستہ ہو۔
ایک وقت میں ایک سے زیادہ غلط کام نہیں کرتا جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک وقت میں صرف ایک ہی کام کرتا ہے۔ اردو پنجابی دونوں بولتا ہے مگر کسی زبان میں "ناں" نہیں کہہ سکتا۔
بروں کی نسبت اچھوں سے زیادہ محتاط رہتا ہے کہ برے تو ظاہر ہوتے ہیں خود کو اچھا ظاہر کرنے والوں کا کیا پتا کب برا پیش آئیں۔
کہتا ہے میری کامیابی کا یہ راز ہے کہ سارے کام خود کرو۔ ٹھیک کہتا ہے اس نے یہی بات لوگوں سے کہہ کر کامیابی حاصل کی ہے۔ خوبیوں والے دوستوں کی تلاش کرتا ہے' لیکن اس طرح کہ پہلے دوست تلاش کر لیتا ہے پھر ان کی خوبیاں تلاش کرنے

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کر دیتا ہے اور جونہی کامیابی کے آثار پیدا ہوتے ہیں' اسے چھوڑ کر کوئی اور کام پھر زیرو سے شروع کر دیتا ہے اور اکثر زیرو ہی رہتا ہے۔

URDU4U .COM

○○○

اُردو کُتب خانہ
URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- جناب بے نیازی

بد صورت کی جو حرکت بد تمیزی کہلاتی ہے وہی خوبصورت کرے تو ادا بن جاتی ہے اور بے نیازی اس کی ادا ہے۔ وہ ہر تیسرے آدمی کا پسندیدہ شاعر ہے۔ تیسرے آدمی کا اس لیے کہ ہمارے ہاں ہر پہلا اور دوسرا شخص خود شاعر ہے۔ اس کے ہاں اس قدر بے نیازی ہے کہ کسی نے پوچھا' فیض صاحب کی موت سے ادب میں جو خلا پیدا ہوا ہے اسے پر کرنے کے لیے آپ کس کا نام پیش کریں گے تو موصوف نے فرمایا' یہ بات میرے سوچنے کی نہیں آپ کے سوچنے کی ہے۔

پٹھان ہے اپنی بات نہیں بدلتا۔ یعنی جو کچھ وہ آپ کی حاضری میں کسی غائب کے بارے میں کہہ رہا ہو گا وہی کچھ آپ کے جانے کے بعد آپ کے بارے میں کہے گا۔

مذہب سے اتنا لگاؤ ہے کہ سچے دل سے اپنے آپ پر ایمان لے آیا ہے۔ وہ تو داتا صاحب کے مزار پر جا کر بھی یہ دعا مانگتا ہے' یا اللہ میرے صدقے داتا صاحب کے گناہ معاف کر دے۔ وہ ڈکٹیٹر ہے' اپنا حکم منواتا ہے مگر کسی حاکم کی طرح نہیں بچے کی طرح۔

اسے پرفیومز جمع کرنے کا شوق ہے۔ اکثر پرفیوم لگا کر مشاعروں میں جاتا ہے تا کہ شاعروں کے پاس آرام سے بیٹھ سکے۔ مجید امجد سے گہری رفاقت رہی جو اس رفاقت کی گہرائی جاننا چاہے اسے گھورتا ہے۔ غالب اور اس کا پیشہ آباء ہی نہیں ذریعہ عزت بھی ایک ہی ہے۔ بس دونوں میں یہ فرق ہے کہ وہ جس چیز کے لیے قرض مانگتا ہے یہ وہ ہی مانگ لیتا ہے۔ یوں اس کی ہر بیوی کو اس کا اتنا ہی خیال رکھنا پڑتا ہے جتنا اس بچے کا جس نے نیا نیا چلنا شروع کیا ہو۔

دیکھنے میں اپنی ہی غزل کا مصرع لگتا ہے شاید اس لیے ہمیشہ خود کو شعر بنا کر رکھتا ہے۔

مردوں میں بیٹھا پریشان پریشان اور عورتوں میں بیٹھا ہو تو وہ پریشان پریشان لگتی ہیں۔

حافظے کا انتظار حسین یعنی آج کی بات یاد نہیں ہوتی مگر برسوں پہلے کا سب یاد ہے۔

اپنی پہلی بات کو آخری بات سمجھتا ہے جب کہ دوسروں کی آخری بات کو بھی پہلی بات ہی سمجھتا ہے۔

URDU4U.COM

نئے لکھنے والوں کی اس قدر حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ کتاب بعد میں لکھتے ہیں اس سے دیباچہ پہلے لکھوا لیتے ہیں۔

ہمارے ہاں اکثر شاعر گفتگو کر رہے ہوں تو لگتا ہے ان کی شاعری اچھی ہے۔ شاعری پڑھ لو تو لگتا ہے گفتگو اچھی کرتے ہیں لیکن اس کی شاعری پڑھو تو لگتا ہے شاعری اچھی ہے اور باتیں سنو تو وہ اچھی لگتی ہیں۔

کہتا ہے مجھے صرف خوبصورت لوگوں سے لگاؤ ہے حالانکہ اسے جن سے لگاؤ ہوتا ہے انہیں خوبصورت کہتا ہے۔ اس کی اپنی الگ سلطنت ہے جس کا وہ خود ہی فرمانروا ہے اور خود ہی رعایا۔ اس کا بس چلے تو وہ سرحدوں پر متعین فوجوں سے ٹینک اور توپیں لے کر انہیں غزلوں اور نظموں سے کام چلانے کو کہے۔

عام آدمی کو یوں دیکھتا ہے جیسے چھت سے گلی میں جھانک رہا ہو۔ کہتا ہے ہندوستان میں تو میری پوجا ہوتی ہے لیکن میرا دوست "ف" کہتا ہے' ہندوستان میں گائے کی بھی پوجا ہوتی ہے۔ ڈرا ہوا آدمی ہے اور ماہر نفسیات کہتے ہیں ڈرتے ہوئے آدمی سے ڈرنا چاہیے۔

اس کا کوئی ہم عصر اس کا ہم اثر نہیں وہ دنیا کو یوں دیکھتا ہے جیسے کوئی بچہ پہلی بار حیرانی سے یہ سب دیکھ رہا ہو اسی لیے اس کی شاعری حیران کرنے والی ہے۔

دوسروں کے بارے میں جاننے کا اسے اس قدر شوق ہے کہ جس شاعر ادیب کا اس کے سامنے نام لو فوراً پوچھے گا' یہ کون ہے؟ مشاعروں میں دوسرے شعراء کو یوں دیکھتا ہے جیسے غلام علی اپنے سازندوں کو۔ گھر کا حساب کتاب مشاعروں میں کرتا ہے یعنی آٹا گھی۔ ایک مشاعرہ' فرنیچر' تین مشاعرے وغیرہ وغیرہ۔ مشاعرے میں شعر سنانے سے پہلے اسے نیند کی گولیاں کھانی پڑتی ہیں جبکہ دوسرے شاعروں کی باری پر یہ سب سامعین

کو کرنا پڑتا ہے۔

دوسروں کو خوش کرنے کے لیے ان سے تحائف لے لیتا ہے اور بعض اوقات تو دوسروں کا دل اتنا خوش کر دیتا ہے کہ کم از کم ایک سال تک انہیں ایسی خوشی کی حاجت نہیں رہتی۔ آٹو گراف یوں دیتا جیسے تعویذ دے رہا ہو۔

URDU4U.COM

صحافت میں ناکام رہا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ پڑھا لکھا آدمی ہے۔ وہ کسی بھی منظر کو مکمل طور پر نہیں دیکھتا بس اس کا بہتر حصہ دیکھتا ہے اسی لیے اپنے ملنے والوں میں بھی اس کی نظر نصف بہتر پر ہی رہتی ہے۔

جس سے ملتا ہے اسے اپنی خوبیوں کے بارے میں بتاتا ہے کیونکہ خامیوں کا تو لوگوں کو خود پتا چل جاتا ہے کبھی کسی کی تعریف نہیں کرتا اگر بہت دل چاہے تو منیر نیازی کی تعریف کرنے لگتا ہے جو دل میں آئے کہہ دیتا اسی لیے بعض اوقات اس کی باتوں سے لگتا ہے کہ ان کا تعلق صرف دل سے ہے دماغ سے نہیں۔

بری بات نہیں سنتا یعنی جو بات بری لگے نہیں سنتا۔ اس کے جذبے خالص ہیں' خوشی بھی خالص یعنی بغیر کسی وجہ کے اور ناراضگی بھی خالص یعنی بلا وجہ۔ بحیثیت شاعر اسے قتیل شفائی اور احمد ندیم قاسمی بہت پسند ہیں اس وقت جب وہ اس کی تعریف کر رہے ہوں۔

کہتے ہیں کلاسیکل موسیقی سننے کا ماحول تنہائی میں ہی بنتا ہے اور یہ واحد موسیقی ہے جو اپنا ماحول بنانے کا خود ہی انتظام کرتی ہے۔ اس کے پاس کلاسیکل موسیقی کی کئی کیسٹیں ہیں جو اسے زیادہ ملنے آنے لگے اسے پاس بٹھا کر سنواتا ہے۔ بہت دیر کے بعد بولتا ہے وہ بھی ایسا کہ دیر تک بولنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

وہ خود کو بڑا آدمی سمجھتا ہے۔ یہ واقعی اس کی بڑائی ہے کیونکہ وہ اپنی خوبیوں اور خامیوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر وہ خود کو بڑا آدمی کہتا ہے تو پھر اس کے بڑا ہونے پر شک نہیں رشک کرنا چاہیے۔

ہیں۔ یعنی جتنے مہنگے کاغذ اور قلم سے وہ افسانہ لکھتی ہے آج تک اردو میں نہیں لکھا گیا۔ صفائی اور بناؤ سنگھار کی اس قدر شوقین کہ جب تک اپنی ہیروئین کو نئے فیشن کا لباس' عاشق اور خوشبو نہ لگا لے اسے کہانی میں نہیں لاتی۔ کہانی میں عورت کی ایسی تصویر کشی کرتی ہے کہ لگتا ہے' شیشے کے سامنے بیٹھ کر لکھتی ہے اس کی کہانیاں پڑھ کر بندہ متاثر ہو نہ ہو بالغ ضرور ہو جاتا ہے اس کے ناولوں کے کردار چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اسی لیے جب مرضی ہو آ جاتے ہیں' جب دل چاہے چلے جاتے ہیں۔ تحریروں کا ماحول ایسا تر و تازہ کہ لگتا ہے ائیر کنڈیشن میں بیٹھ کر تخلیق کی گئی ہیں۔ اس کی کہانی میں اور کچھ ہو نہ ہو وہ خود ضرور ہوتی ہے۔

گفتگو کرتی بیس سال کی لگتی ہے البتہ سنتی ہوئی اپنی ہی عمر کی لگتی ہے۔ اس کی پوری شخصیت اس کی آنکھوں میں ہے وہ چپ ہو تو آنکھیں بولتی ہیں۔ وہ بول رہی ہو تو آنکھیں ہلانے لگتی ہیں۔ چپ رہے تو حسین لگتی ہے بول اٹھے تو ذہین اکیلے آدمی سے یوں گفتگو کرتی ہے جیسے اجتماع سے خطاب کر رہی ہو اور اجتماع سے یوں خطاب کرتی ہے کہ ہر آدمی سمجھتا ہے صرف مجھ سے گفتگو کر رہی ہے۔ دنیا کے ہر موضوع پر بلکہ موضوع کے بغیر بھی بول سکتی ہے۔ لکھنے کا اس قدر شوق ہے کہ جب کچھ لکھنے کو دل نہ چاہے تو چیک لکھنے لگتی ہے۔

اس کا پسندیدہ مقام وہی ہے جو بقول مارکوس عورت کا اصل مقام ہے اس کی تین خواہشیں ہیں جی بھر کے لکھنا' جی بھر کے بولنا اور اتنا ہی سونا اور وہ بیک وقت تینوں پوری کرنا چاہتی ہے۔

اس کا گھر اتنا بڑا ہے کہ بندہ اس میں راستہ بھول سکتا ہے۔ آج کل خواجہ سرا بادشاہوں کی کہانیوں میں دربانی کرتے ملتے ہیں یا اس کے گھر۔ ایسی مہمان نواز کہ ملنے جاؤ تو خود کھانے والی چیزوں کے ساتھ آئے گی۔ اس قدر حساس ہے کہ کسی کی مصیبت سنتے وقت اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ لگتا ہے سن نہیں رہی سنا رہی ہے۔ اگر کوئی دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے اپنا دکھ سنا دے تو اس قدر غمگین ہوتی ہے کہ سنانے والے

اس نے اسی کو ذریعہ عزت بنایا جسے غالب نے بھی ذریعہ اظہار ہی بنایا تھا۔ سارے کام اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ اس نے تو شادی بھی اپنی مرضی سے کی حالانکہ ہمارے ہاں بندے کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا موقع اس وقت ملتا ہے جب وہ اپنی اولاد کی شادی کرتا ہے۔ ویسے ہمارے ہاں شادی کے بعد مرد خود کو اور عورت اپنی قمیضوں کو تنگ محسوس کرتی ہے' مگر امجد شادی شدہ ہو کر بھی گھر میں زیادہ رہتا ہے۔ جس سے یہی لگتا ہے کہ اسے شادی شدہ عورتیں بہت پسند ہیں۔

پہلے لمبرٹیا سکوٹر پر سوار پھرا کرتا تھا' جس پر سفر کرنا دراصل پیدل چلنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہی ہوتا تھا۔ وہ اور اس کا جڑواں دوست عطاء الحق قاسمی جہاں کوئی بارات دیکھتے اس میں شامل ہو جاتے جس سے کسی اور کوئی فرق پڑتا نہ پڑتا' بارات کے ساتھ آنے والے بھانڈوں کی آمدنی آدھی رہ جاتی۔ یہ دونوں دولہے کے پاس جا کر اسے کہتے اچھا موقع ہے اب بھی انکار کر دو۔ مگر امجد کی شادی ہوئی تو عطا نے کہا تھا' اچھا موقع ہے چپ کرکے بیٹھے رہو۔ اگرچہ اب دونوں عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں بری بات بری لگنے لگتی ہے مگر اب بھی جہاں یہ دونوں اکٹھے وہاں لوگ اکٹھے ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ وہ وہ باتیں کرتے ہیں کہ سننے والا ٹین ایجر ہو تو اسے ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کرنا پڑتی ہیں۔

اخبار پڑھتا نہیں دیکھتا اور لوگوں کو دیکھتا نہیں پڑھتا ہے۔ ایک ہی ملاقات میں اس قدر بے تکلف ہو جاتا ہے کہ دوسرا گھبرانے لگتا ہے کہ کہیں قرض ہی نہ مانگ لے۔ دوسروں کی باتیں اس توجہ اور پیار سے سنتا ہے جیسے بچوں کی سن رہا ہو۔ سمجھتا بھی یہی ہے۔ کرکٹ پسند ہے۔ بہت اچھی باؤلنگ کراتا ہے جو مخالف ٹیم کے لیے بہت اچھی ہوتی ہے۔ محنت سے نہیں گھبراتا۔ بندہ اسے کنگھی کرتا دیکھ لے تو اسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے۔

ہمیشہ آٹو گراف بک پر لکھتا ہے۔ "جو بھی کچھ ہے محبت کا پھیلاؤ ہے۔" اگر آٹو گراف لینے والی خاتون امید سے نہ ہو تو پھر بھی یہی لکھتا ہے۔ اس کا پسندیدہ رنگ بلیو ہے۔

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- ادب کی پھولن دیوی

بیسویں صدی کی پانچویں دہائی میں لاہور شہر میں ایک انٹر کالجیٹ مشاعرہ ہو رہا تھا۔ ہال میں سر ہی سر تھے اور جب سر بڑھ جائیں تو دماغ کم ہو جاتے ہیں۔ یوں شعر سے زیادہ شور سنائی دے رہا تھا۔ اس مشاعرے میں جب ایک لڑکی نے یہ اعلان کیا کہ میں عورت ہونے کے ناطے حوصلہ افزائی کا انعام نہیں لوں گی اور لڑکے لڑکیوں سے برابر کی سطح پر مقابلہ کروں گی تو ہال میں شور بڑھ گیا۔

آج کچھ لوگ اسے ادب کی پھولن دیوی کہتے ہیں اسی لیے وہ جس تقریب میں جاتی ہے اسے لوٹ لیتی ہے۔ مشاعرے لوٹتے تو اسے میں نے خود دیکھا ہے۔ لہجہ ایسا کہ خدا حافظ بھی یوں کہتی ہے جیسے جانے کا حکم دے رہی ہو۔ صاف گو اتنی جتنی ایک عورت زیادہ سے زیادہ ہو سکتی ہے۔

انتظار حسین کہتا ہے' اس کے آنے سے غزل میں سوکن کا ذکر ہونے لگا ہے حالانکہ اس کے لہجے سے لگتا ہے وہ سوکن کا نہیں رقیب کا ذکر کر رہی ہے۔ مرد عورت سمجھ کر اس کے مقابلے سے ڈرتے ہیں اور عورتیں مرد سمجھ کر اس کے سامنے نہیں آتیں بلکہ بعض شاعر تو اپنی بیویوں کو اس سے پردہ کراتے ہیں۔ خود تو کچھ پردہ کرنے لگتے ہیں۔ کہتی ہے عورت کی حیا اس وقت ختم ہوتی ہے جب مرد بے حیا ہو جائے۔ اسی لیے مردوں کو حیا کی تلقین کرتی ہے۔ حسن ظن اور حسن زن سے کام نہیں لیتی۔

مردوں کے اس قدر خلاف ہے کہ اس سے بھیڑ کا تذکرہ پوچھو تو بھیڑیا کہے۔ وہ مردوں سے بھرے کمرے میں یوں آ کر بیٹھتی ہے جیسے خالی کمرے میں آ کر بیٹھی ہو۔ بات وہی کرتی ہے جو لکھنے والی نہیں ہوتی۔ مردوں سے بات وہاں سے شروع کرتی ہے جہاں دوسری عورتیں ختم کرتی ہیں۔ گفتگو دوسرے کے ذوق کے مطابق کرتی ہے اگر کسی

© Urdu4U.com
www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کہاں لے جائے گا۔ یہاں تک کہ آپ بھول جائیں گے کہ آپ نے پوچھا' کیا تھا؟ جو بات آپ چپ رہ کر بھی کر سکتے ہیں وہ آدھ گھنٹے کی مسلسل تقریر کے بعد بھی نہیں کہتا۔

URDU4U .COM

اس قدر ناقابل اعتبار کہ کسی وقت بھی سچ بول سکتا ہے۔ اگر وہ صحافی نہ ہوتا تو میں یہاں تک کہہ دیتا کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ باتیں جنہیں کرنے سے پہلے نوجوان ادھر ادھر دیکھ لیتے ہیں کہ کوئی انہیں یہ باتیں کرتا تو نہیں دیکھ رہا۔ وہ یوں کہہ دیتا ہے کہ سننے والا گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے کہ کہیں کوئی اسے سنتا ہوا تو نہیں دیکھ رہا۔ وہ اچھی بات برے طریقے سے کرنا جانتا ہے اسی لیے مذہبی بحث کرتے وقت مولوی لگتا ہے۔ موسیقی سے لگاؤ اور جب اپنی پسند کا گانا سننا چاہے خود گانے لگتا ہے۔ اسے منافقت اور ٹوتھ پیسٹ سے نفرت ہے۔ پہلے دوائیوں کی ایک کمپنی میں ملازم تھا۔ اگر وہیں ہوتا تو بہت ترقی کرتا۔ یہ وہاں نہیں تو کمپنی ترقی کر گئی۔ چھوٹی موٹی بیماری کی دوا اب بھی خود تجویز کر دیتا ہے مگر پہلے یقین کر لیتا ہے کہ دوسرے کے چھوٹے موٹے بچے نہ ہوں۔

دوستوں سے یوں محبت کرتا ہے جیسے زیادتی کر رہا ہو اسی لیے اتنے لوگ اس کی نفرت سے نہیں ڈرتے جتنے اس کی محبت سے خوف کھاتے ہیں۔ صرف بچوں کا احترام کرتا ہے۔ اسی لیے جس کسی کا احترام کرے' سمجھ لیں اسے بچہ سمجھ رہا ہے۔ سوائے اجنبیوں کے کسی کے ساتھ مہذب طریقے سے نہیں ملتا۔ اگر کسی مسئلے پر قہقہے لگا رہا ہو تو سمجھ لیں یہ اس کا ذاتی مسئلہ ہے۔ اگر کسی مسئلے پر پریشان ہو رہا ہے تو یہ اس کے کسی دوست کا ہو گا۔ اس کے حلقہ احباب میں ہر قسم' کسب اور عمر کے لوگ ہیں۔ بوڑھے اسے پسند ہیں اور نوجوانوں کو یہ پسند ہے۔ اس کے دوست اچھے شاعر ثابت ہوں نہ ہوں اچھے شوہر ضرور ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو خالد احمد کے ساتھ گزار سکتا ہے وہ ہر قسم کی بیوی کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ کہتا ہے صرف اچھی کتابیں پڑھتا ہوں شاید اسی لیے اس نے ابھی تک "تشبیب" اور "ہتھیلیوں پر چراغ" نہیں پڑھی۔

اس کے پاس بیٹھ کر لگتا ہے آدمی اپنے پاس آ بیٹھا ہے۔ وہ وہی بات کرے گا جو آپ سننا چاہتے ہیں۔ ان ادیبوں میں سے نہیں جو جوانوں میں اس لیے نہیں بیٹھتے کہ ان میں بیٹھ کر انہیں اپنے بوڑھے ہونے کا احساس ہوتا ہے۔

URDU4U.COM

جب اس کا دل لکھنے کو نہ چاہے' اخبار کے لیے کالم لکھنے لگتا ہے۔

پہلی ہی ملاقات میں دل جیت لیتا ہے۔ اسی لیے دوسرے ملاقات میں لوگ اسے بے دلی سے ہی ملتے ہیں۔ وہ اپنے باہر کی صفائی کی بجائے اندر کی صفائی کا قائل ہے۔ اسی لیے اندر کی ساری غلاظت اپنی باتوں میں تھوک دیتا ہے۔ دوستوں کو سر ماتھے پر بٹھاتا ہے۔ اسی لیے وہ اسے خود سے نیچا سمجھتے ہیں۔

کہتے ہیں مرد غلط بات کرنے سے پہلے سوچتا ہے اور عورت ایسی بات کرنے کے بعد' لیکن خالد احمد پہلے سوچتا ہے نہ بعد میں۔

کھانے کا دشمن ہے اور کھانا اس کا دشمن ہے۔ مل جل کر کھانے پینے کی ایسی عادت ہے کہ آدھا سگریٹ خود پیتا ہے آدھا ایش ٹرے کو پلاتا ہے۔

اکثر سوتے وقت پاؤں پر جوتے اور باقی جسم پر لحاف اوڑھے ہوتا ہے۔ مگر جوتے لحاف کے اندر نہیں کرتا تا کہ جوتے خراب نہ ہو جائیں۔

احمد ندیم قاسمی پیار کا شہر ہے تو خالد احمد اس کا دروازہ ہے یعنی آنے جانے والوں کو روکتا ہے۔

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

• حوا کی بیٹی

حوا کی بیٹی دنیا میں دو بار جنم لیتی ہے۔ ایک بار ماں کے پیٹ سے اور دوسری بار ڈولی کے پیٹ سے۔ مگر ہمارے ہاں پہلی اور دوسری پیدائش میں کوئی خاص فرق نہیں' یعنی دونوں بار پیدا ہونے کی تاریخ' جگہ اور لوگ جن کے ہاں ایسے پیدا ہونا ہوتا ہے ان کے انتخاب میں اس کی رائے نہیں لی جاتی۔

اس کا جسم گولائیوں سے مل کر بنا ہے جب کہ آدمی کا زاویوں سے۔ اس کا وجود پیاز کی طرح ہے جتنی مرضی پرتیں اتاریں پھر بھی کوئی نہ کوئی گولائی موجود ہو گی بلکہ یہ خود بھی اس وقت تک موجود ہو گی جب تک کوئی نہ کوئی پرت ہو گی۔

دنیا کی سب سے پہلی عورت' مرد تھی پھر اسے حضرت آدم کے سینے سے علیحدہ کیا گیا مگر آدم کے علاوہ دنیا کا ہر مرد پہلے عورت ہوتا ہے۔ نو مہینے بعد وہ اس کے جسم سے علیحدہ ہوتا ہے اسی لیے ساری زندگی اسے سب سے زیادہ کشش اپنے اصل ہی کی ہے۔

حوا تو وہ سیڑھی ہے جس کے ذریعے انسان عرش سے فرش پر اترتا ہے اور باقی ساری زندگی واپس چڑھنے کا سوچتا رہتا ہے۔

اس میں اور مرد میں وہی فرق ہے جو پھل اور بیج میں۔ پھل میں ذائقہ اور کئی بیج ہوتے ہیں جبکہ بیج میں پورا شجر۔ وہ آئینے کی طرح ہے یعنی اس میں وہی نظر آتا ہے جو اس وقت اس کے سامنے ہوتا ہے۔

وہ اس دنیا کی سب سے پہلی تخلیق کار ہے مگر اپنی تخلیق مرد کے ہاتھوں تنگ ہے۔ جس نے اسی کا خدا (مجازی) ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔

اسے خوش کرنا سب سے آسان اور اسے خوش رکھنا سب سے مشکل ہے۔ اس کو حاصل کرنا آرٹ اور اسے رکھنا سائنس ہے۔ اسے وہ سب سے زیادہ جانتا ہے جس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ ابھی اسے نہیں جانتا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تو مذکر ہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں جو مردوں کی بد ترین صفتیں ہیں۔ غرور' بزدلی اور کنجوسی۔

URDU4U.COM

تاریخ گواہ ہے مرد دنیا میں سب سے زیادہ عورت سے متاثر ہوا۔ اس سے زیادہ اسے کوئی جنگ بھی متاثر نہ کر سکی لیکن "ف" کہتا ہے' عورت بیچاری کیا کر سکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ جنت سے نکلوا سکتی ہے۔ اس بیچاری کو تو اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا بدلہ لینے کے لیے بھی ایک مرد پیدا کرنا پڑتا ہے۔ ویسے حوا کی بیٹی نے مرد کو بڑے بڑے مسائل سے بچایا ہے۔ وہ اس کو چھوٹے چھوٹے مسائل میں اتنا مصروف رکھتی ہے کہ اس کے پاس وقت ہی نہیں رہتا کہ وہ بڑے بڑے مسئلوں کے بارے میں سوچ کر پریشان ہو۔

کام کے معاملے میں مرد کمزور ہے یعنی وہی کام عورت' مرد سے کم زور پر کر لیتی ہے بلکہ مرد تو اس کے سارے کام کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اس کا بس چلے تو وہ اسے سانس بھی نہ لینے دے۔

اس کی اور مرد کی نفسیات میں یہ فرق ہے کہ مرد یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی پہنچ میں کیا ہے بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کی پہنچ سے باہر کیا ہے جبکہ حوا کی بیٹی وہی کچھ دیکھتی ہے جو اس کی پہنچ میں ہوتا ہے۔ مرد چاہتا ہے وہ عورت کی زندگی کا پہلا مرد ہو جبکہ عورت چاہتی ہے کہ وہ مرد کی زندگی کی آخری عورت ہو۔

بڑی شکی القلب ہے حیرانی کی بات ہے کہ لوگ اس کے بارے میں متضاد رائے رکھتے ہیں اور اس سے زیادہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ بیک وقت صحیح بھی ہوتے ہیں۔

آزادی نسواں کی تحریک دراصل آزاد نسواں کی تحریک ہے اور وہ یہ چاہتی ہیں کہ وہ مرد کی مرضی سے اس کی غلام نہ بنیں بلکہ اپنی مرضی سے اس کی غلام بنیں۔ لینن نے کہا تھا عورت صحیح معنوں میں اس دن آزاد ہو گی جب گھر سے باہر نکلے گی۔ شاید اسی لیے ہمارے ہاں جب عورت کو گھر سے نکالتے ہیں تو کہتے ہیں جا تجھے آزاد

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

• مجرم ظریفی

خد و خال میں وہی ملائمت جو آؤٹ آف فوکس تصویر میں ہوتی ہے جب تک بار نہ دیکھو اچھا نہیں لگتا' آپ اسے خوبصورت کہہ سکتے ہیں نہ بد صورت بوڑھا کہہ سکتے ہیں نہ جوان' پاس بیٹھا ہو تو کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ جو کچھ کہنا ہوتا ہے اسی کو کہنا ہوتا ہے۔ عینک لگاتا ہے۔ کہتے ہیں' عینک آنکھ کا لباس ہے اسی لیے جب وہ عورتوں کے پاس بیٹھتا ہے عینک اتار لیتا ہے۔ اس کا پیٹ زنانہ ہے یعنی چند مہینوں میں باہر نکل آتا ہے اور پھر اندر چلا جاتا ہے حالانکہ ہمارے ہاں ادیبوں کے پیٹ ہی تو مردانہ ہوتے ہیں۔ یعنی جب بڑھتے ہیں تو پھر بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں اس کی شخصیت ایسی ہے کہ آپ اسے ساتھ لے جا رہے ہوں تو دیکھنے والا یہی سمجھے گا وہ آپ کو لے جا رہا ہے۔ گروپ فوٹو میں اکیلا نظر آتا ہے اور سنگل تصویر میں ڈیوڑھا۔ اس کی کتاب "جرم ظریفی" پر اس کا کارٹون چھاپا گیا ہے جبکہ پہلی تین کتابوں روزن دیوار سے' خند مکرر اور عطایئے میں یہ کام اس کی تصویر ہی سے لیا گیا تھا۔

عطاء الحق قاسمی امرتسر میں پیدا ہوا اور سارا دن یہی ثابت کرنے میں لگا رہتا ہے۔ خاندان ایسا کہ اس کے آباء و اجداد مسجد میں پیدا ہوئے اور یہیں وفات پائی۔ پیر زادہ ہے مگر خود اسے پیری پسند نہیں لیکن آخر ایک دن اسے بھی پیر ہی ہونا ہے' سدا جوان کون رہا؟ جو کچھ کہتا ہے کرکے دکھاتا ہے۔ کہتا ہے' میں اس مذہبی گھرانے کا آخری چشم و چراغ ہوں۔

ہر کسی کے پاس نہیں بیٹھ سکتا۔ ہر کوئی اس کے پاس بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ جب چپ ہو تو سمجھ لیں اس کے پاس کہنے کو بہت ہے۔ دیر سے بے تکلف ہوتا اور دیر تک رہتا ہے۔ دوست اس کے پاس بیٹھ کر بڑی بڑی پریشانیوں سے بالا تر ہو جاتے ہیں کہ اس کے ہوتے ہوئے انہیں وہ پریشانیاں چھوٹی چھوٹی لگتی ہیں۔ دوست دشمن دونوں کو

سینے سے لگا لیتا ہے مگر دوست کو دوست سمجھ کر اور دشمن کو دشمن سمجھ کر۔ کسی کے سامنے جھک نہیں سکتا جس کی وجہ مخالفین اور معالجین اس کی ریڑھ کی ہڈی کا درد بتلاتے ہیں۔ لوگ اپنی پہلی ہی ملاقات میں اس کے بارے میں اچھی رائے قائم کر لیتے ہیں جسے تبدیل کرنے کے لیے انہیں بڑی محنت کرنا پڑتی ہے اس کے ہاں لیفٹ رائٹ نہیں' رائٹ رانگ ہے۔ روز ملنے والے اسے خوش اخلاق نہیں مانتے اور کبھی کبھی ملنے والے ان کی بات نہیں مانتے۔

کھانے کا اس قدر شوق کہ جو چیز اچھی لگے اسے کھانے والی نظروں سے دیکھتا ہے۔ آم دیکھ کر باغ باغ ہو جاتا ہے عام آم بھی یوں چوستا ہے کہ دروغ بر گردن راوی اسے یہ کچھ کرتا دیکھ کر ایک امریکن لڑکی نے اسے شادی کی پیش کش کر دی تھی۔

وہ سگریٹ' وعدہ' دوستی اور آم کبھی ادھورا نہیں چھوڑتا۔ اس بات پر بھی سبحان اللہ کہتا ہے جس پر اس کے ہم عمر لاحول ولا قوہ کہتے ہیں۔

کہتے ہیں بندہ ضائع کر دیتا ہے فقرہ ضائع نہیں کرتا۔ لیکن وہ فقروں سے بندہ ضائع نہیں کرتا' بندہ بنا دیتا ہے۔ جب اپنی پسند کا کالم پڑھنا چاہے کاغذ قلم لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ تقریبات میں اس کی تحریروں پر لوگ ایک ایک فقرے پر ہال سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ صرف بور جملے خاموشی سے سنتے ہیں۔ محفل میں وہ چپ ہو تو لوگ یوں بیٹھے ہوتے ہیں جیسے مجلس سن رہے ہوں۔ ہر فقرے پر داد لیتا ہے اکثر داد پہلے لے لیتا ہے' فقرہ بعد میں سناتا ہے۔ یہ وہ میٹرنٹی ہوم ہے جو فقروں کی ڈلیوری کے لیے چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے مزاح لکھا۔ اس کے ہاں فقرہ ہی نہیں فکر بھی ہے۔

خود معمولی بات پر پریشان ہو جاتا ہے البتہ دوسروں کو کبھی معمولی بات سے پریشان نہیں کرتا۔ اگرچہ اس کی عمر شرمانے کی نہیں شرمندہ ہونے کی ہے مگر یہ اب بھی شرماتا ہے اور اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اس کام کے لیے موقع نکال لیتا ہے۔

اس کے کسی دوست سے کہو کہ دوستی کی ایک لفظ میں تعریف کرو تو وہ کہے گا' عطا.....

لباس ہی کو توجہ دیتے ہیں۔

اس کی پسندیدہ بک "چیک بک" ہے۔ ہر زبان میں چھپنے والے تصویری رسالے پڑھ لیتی ہے۔ انگریزی بولتے وقت اسے ذرا دشواری پیش نہیں آتی بس سننے والوں کو پیش آتی ہے۔

URDU4U .COM

ہمارے ہاں عورتیں عمر کے بارے میں اس قدر حساس ہیں کہ میں نے ہمیشہ بڑا آدمی ہی سنا آج تک بڑی عورت نہیں سنا۔ مختصر ترین ہیروئین بھی اگر کسی اداکارہ کو خود سے بڑی سمجھتی ہے تو یقین کر لیں وہ اسے عمر میں بڑی سمجھتی ہے۔

اگرچہ ہمارے ہاں فلم انڈسٹری میں ہیروئین سے اس کے والد کا نام پوچھنا بد اخلاقی سمجھا جاتا ہے پھر بھی کچھ فلمی ادکارائیں اپنے نام کے ساتھ والد کا نام لگاتی ہیں۔ یہ ان میں سے ایک ہے۔ خاوند کا نام اس لیے نہیں لگاتیں کہ خاوند کا کیا وہ تو بدلتا رہتا ہے' والد تو ایک ہی رہتا ہے۔ مختصر ترین ہیروئین کے نام کے پہلے حصے میں اتنی مردانگی ہے جتنی کسی مرد میں زیادہ سے زیادہ ہو سکتی ہے اور نام کا دوسرا حصہ وہ ہے جو کہہ کر آج تک کسی نے کسی فلمی ہیروئین کو نہیں بلایا۔

فلم میں ماں بننے سے اتنا ہی ڈرتی ہے جتنا حقیقت میں جس کی وجہ سے میرا دوست "ف" یہ بتاتا ہے کہ وہ جنت کا اس قدر احترام کرتی ہے اور نہیں چاہتی کہ ایسی مقدس جگہ اس کے پاؤں تلے آئے۔

اکیلی رہ رہ کر تنہائی کی اس قدر عادی ہو گئی ہے کہ کوئی ساتھی مل جائے تو پریشان ہو جاتی ہے۔ آؤٹ ڈور شوٹنگ پر بھی اکیلی ہی جائے گی حالانکہ ہماری دوسری ہیروئینوں کی روزانہ استعمال کی چیزوں میں ان کی سعادت مند مائیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ ساتھ چیزیں اٹھانے کے لیے ایک ملازم بھی رکھتی ہیں کیونکہ ہیروئینوں نے تو اپنا بوجھ بمشکل اٹھا رکھا ہوتا ہے۔

فلم میں اگر ہیرو کے چہرے کی طرف دیکھ کر ڈائیلاگ بول رہی ہو تو لگتا ہے چھت کی طرف دیکھ کر بول رہی ہے۔ سکرین پر پیاری لگتی ہے۔ کہتے ہیں اگر اسے سامنے

ہے۔

شادی کے بعد نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور ہماری ہیروئنیں ہر سال نئی زندگی شروع کرتی ہیں۔ وہ بھی انے لیے پھر ایک خاوند بیاہ کر لانا چاہتی ہے۔ ایک اسٹوڈیو کے مالک کے بیٹے سے عشق ہو گیا اور پھر اسے شادی کو کہا تو اس نے فوراً کسی سے شادی کر لی۔

صورت ایسی بنائے رکھتی ہے کہ بے اختیار نصیحت کرنے کو دل چاہتا ہے۔ دیکھتی کم اور دکھتی زیادہ ہے۔ اس قدر محتاط کہ جس دن پیاز کھایا ہو فون اٹینڈ نہیں کرتی۔ ہیرو سے اظہار محبت کر رہی ہو تو لگتا ہے اس سے ٹافیاں مانگ رہی ہے جبکہ دوسری ہیروئنیں محبت کر رہی ہوں تو لگتا ہے گھر کا کام کر رہی ہیں۔ اسے نت نئے لباس پہننے کا شوق ہے اسی لیے اس کا گھر لانڈری لگتا ہے۔ وہ جو لباس ایک بار پہن لے بعد میں لباس "فاخرہ" بن جاتا ہے۔

دن رات فلمیں کرتی ہے ذرا آرام نہیں کرتی۔ فلمیں ہی اس کی آخری آرام گاہ ہیں۔ فلموں میں سب سے پہلے اس نے "بھول" کی۔ عام زندگی میں اسے دیکھ کر شک بھی نہیں ہوتا کہ یہ اداکارہ ہے بلکہ فلموں میں بھی اسے دیکھ کر شک نہیں ہوتا کہ وہ اداکاری کر رہی ہے۔

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- راسپوٹین

شکل و صورت ایسی کہ ٹی وی پر کوئی بچہ دیکھ لے تو بھاگ کر اپنی امی سے کہے کہ امی امی دیکھیں امرتسر کتنا کلیئر آ رہا ہے۔ سیلف میڈ آدمی ہے اور اس کی حالت دیکھ کر اس کا یقین بھی ہو جاتا ہے۔ جب دیکھتا ہے اس کی پوری شخصیت آنکھوں میں سمٹ آتی ہے بلکہ جسے دیکھتا ہے اس کی پوری شخصیت بھی آنکھوں میں سمٹ آتی ہے۔ آج کل داڑھی میں منہ چھپائے پھرتا ہے۔ اب تو داڑھی سے اتنا تھوڑا چہرہ بچا ہے کہ یہ جاننے کے لیے کہ وہ خوش ہے یا غصے میں' اسے پوچھنا پڑتا ہے۔ آہستہ آہستہ چل رہا ہو تو لگتا ہے کسی کا تعاقب کر رہا ہو' تیز ہو تو لگتا ہے اس کا تعاقب ہو رہا ہے۔

عمر کے اس حصے میں ہے جہاں آدمی کو اپنی ناک سے آگے نظر نہیں آتا مگر اسے نظر آتا ہی اپنی ناک کے بعد شروع ہوتا ہے۔ چھوٹی سی بات پر پریشان ہو جاتا ہے اور اس وقت تک پریشان رہتا ہے جب تک کوئی بڑی بات نہ ہو جائے۔ اپنی تعریف سے گھبراتا ہے مگر تنقید سے نہیں ڈرتا کیونکہ یہ کام تو تنقید کرنے والے کا ہے۔

زندگی میں معمولی لغزشوں سے غیر معمولی نتائج نکالتا ہے۔ اکثر نتائج پہلے نکال لیتا ہے۔ لغزشیں بعد کے لیے رکھ لیتا ہے۔ بات غیر شعری نہیں ہونے دے گا چاہے غیر شرعی ہو جائے مگر خود اس قدر شرعی ہے کہ مجال ہے بغیر کسی شرعی وجہ کے کبھی نہایا ہو۔ وہ ان لوگوں سے زیادہ مذہبی ہے جو اس سے کم مذہبی ہیں۔

لفظوں ہی کی نہیں اعضاء کی شاعری بھی کرتا ہے۔ اکثر دوسروں کی شادیوں پر ایسا رقص کرتا ہے کہ وہ شادی کم اور عرس زیادہ لگتی ہے جس جس کی شادی پر اس نے رقص کر دیا۔ اس نے پھر کبھی شادی نہیں کرائی۔ رونا آنکھوں کو غسل دینا ہے تا کہ بندہ کسی کو میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے وہ اس کام کو اچھا سمجھتا ہے مگر کرتا یوں ہے جیسے

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سے پوچھو کہ آج کل کس سے عشق چل رہا ہے تو فوراً گھبرا کر کہے گا کیا مطلب؟ عورت سے اور کس سے؟ بری بات اس طرح کرتا ہے کہ وہ اتنی بری نہیں لگتی' اچھی بھی ایسے ہی کرتا ہے۔

URDU4U .COM

وہ حساب کے سوال کی طرح ہے۔ اگر صحیح ہے تو پھر پورے سو نمبر اور اگر آپ کے ساتھ صحیح نہیں تو پھر آپ کا صفر۔ دوستی یوں کرتا ہے جیسے اس کے علاقے میں لوگ دشمنی کرتے ہیں یعنی پکی اور عمر بھر کی۔ مصیبت کے وقت دوست کی مدد کو یوں فوراً پہنچتا ہے جیسے اسی موقع کی تلاش میں تھا۔ ویسے اگر کوئی اس کو بچانا چاہے تو اسے دوستوں سے بچا دے۔ دشمنوں سے وہ خود بچ جائے گا۔

○○○

اُردو کُتب خانہ
URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سچ کا بول بالا ہوتا ہے اسی لیے بلند آواز میں بولتا ہے اور وہ بھی یوں لگتا ہے لہجے' الفاظ اور تلفظ پر تشدد کر رہا ہو۔ نعیم بخاری اپنی انکساری کے باعث سیٹ کا حصہ لگنے لگتا ہے۔ یوں بولتا ہے جیسے بخار میں بول رہا ہے۔ مہتاب چنہ چپ ہو تو سنائی دیتی ہے۔ بول رہی ہو تو دکھائی دیتی ہے جبکہ خوش بخت شجاعت تو عورتوں کی طارق عزیز ہے۔

انور مقصود سولہ سنگھار کرکے آتا ہے' بات بعد میں کرتا ہے داد طلب نگاہوں سے سامعین کو پہلے دیکھتا ہے۔ سلمٰی بیگ بولتی ہوئی لگتی ہے معافیاں مانگ رہی ہے۔ دلدار اردو بولتا ہوا لگتا ہے اردو نہیں بول رہا۔ وہ کمپیئرنگ کم اور مداری زیادہ کرتا ہے۔ اس میں لفظی بازی گری نہیں زندگی کا ہلا گلہ ہے۔ دوسرے لکھا ہوا بولتے ہیں اس کا بولا ہوا لکھتے ہیں۔

اس کی اس قدر صلاحیتیں دیکھ کر لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے بیک وقت زنانہ اور مردانہ صلاحیتیں بخشی ہیں۔ دلدار بھٹی کی ان صلاحیتوں کا سب سے بڑا دشمن دلدار بھٹی ہے۔ وہ ایک جینئن کمپیئر ہے جسے اس نے مار دیا وہ منفرد کالم نگار بھی ہے جسے اخبار والوں نے مار دیا۔ وہ اعلیٰ درجے کا اداکار ہے جسے پتا نہیں کس نے مارا ہے اور یوں وہ بڑا آدمی بننے سے بال بال بچا ہوا ہے۔

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- ڈاکٹر بلھے شاہ

اسے جتنے بلھے شاہ کے شعر یاد ہیں اتنے تو خود بلھے شاہ کو بھی یاد نہ ہوں گے۔ جس سے خوش ہوا اسے بلھے شاہ کا شعر سنائے گا۔ ناراض ہو تو دو سنائے گا۔

URDU4U.COM

کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کا پرنسپل ہونا اس کے لیے باعث افتخار ہے۔ طلباء کو ماں کی نظر سے دیکھتا ہے مگر سلوک باپ والا کرتا ہے۔ وہ بھی اسے وہی اہمیت دیتے ہیں جو آج کل کی اولاد باپ کو دیتی ہے۔ طلباء کا محبوب استاد اسی لیے طلباء اس کے وعدے کو محبوب کا وعدہ سمجھتے ہیں۔ طلباء کو دوست سمجھتا ہے اس میں اتنی برائی نہیں' مسئلہ یہ ہے کہ طلباء بھی اسے دوست سمجھتے ہیں کوئی طالب علم اس کے آفس چلا جائے تو اسے بھی چائے پلا کر بھیجے گا اسی لیے اکثر لیڈر قسم کے طلباء کنٹین کی بجائے اس کے آفس میں زیادہ ملتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد لڑکوں میں بیٹھا ان کی عمر کا لگتا ہے اور بوڑھوں میں بیٹھا ہو تو بوڑھے اس کی عمر کے لگنے لگتے ہیں۔ چال پاکستان جیسی اور چال چلن بھی ایسا ہی یعنی حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ۔ لباس ایسا کہ کوئی اور بھی پہنتا تو ویسا ہی لگتا۔ کوٹ پر لگا پھول اتنا تازہ ہوتا ہے کہ لگتا ہے لگا نہیں اگا ہوا ہے۔

بڑے دل کا آدمی ہے مگر میڈیکل میں بڑا دل ہونا بیماری ہے۔ تاہم اتنا اچھا ہے کہ کوئی برا آدمی اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ اس قدر ہنستا مسکراتا رہتا ہے کہ شادی شدہ نہیں لگتا مگر اس کی جیب دیکھ لو تو فوراً یقین ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر افتخار کے ہاں سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہیں آیا۔ کچھ نہ دے سکے تو دعا ضرور دیتا ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر کی دعا اور بیوی کی چپ کبھی اچھا شگون نہیں رہا۔ ہمارے ہاں جو ایک بار بڑے ڈاکٹر سے دوائی لے لے پھر ایک سال تک کسی کلینک پر نظر نہیں آتا۔ ہاں ایک سال بعد اس کے پاس اتنے پیسے ہو جاتے ہیں کہ دوبارہ ڈاکٹر کے پاس

میں آ رہی ہوتی ہے۔ بس ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کس موضوع پر لیکچر دے رہا ہے۔ جس کے ساتھ تعلقات ہوں وہ سمجھے گا اس کے سب سے اچھے تعلقات میرے ساتھ ہی ہیں جس کا کام نہ کرے وہ سمجھتا ہے اس نے صرف میرا کام نہیں کیا۔

ایک بار ایک طالب علم نے اس کی کار کو ٹھوکر مار دی۔ سرجری کے ایک پروفیسر نے دیکھ لیا اور اس لڑکے کو پکڑ کر ڈاکٹر صاحب کے آفس میں لے آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے طالب علم کو ڈانٹا اور پروفیسر موصوف کو خوش کیا۔ جونہی وہ گیا اس طالب علم کو چائے پلائی اور باتوں سے اسے بھی خوش کر دیا۔ اور ساری زندگی یہی کیا۔ وہ ہر کسی کو خوش رکھنا چاہتا ہے جو ایسے ہی ہے جیسے بندہ بیک وقت ہوائی' بحری اور بری سفر کرنا چاہے۔ اس نے جسے بھی ناخوش کیا خوش کرنے کی کوشش میں کیا۔

وہ ایک آدمی نہیں ایک اجتماع ہے جس میں صوفی' شاعر' آرٹسٹ' مقرر' ڈاکٹر' استاد' سیاستدان' شاگرد' دوست' دشمن' پنجابی' پاکستانی اور پتا نہیں کون کون شامل ہے۔ ایک وقت میں وہ ان سب میں سے ایک ہوتا ہے۔ مگر یہ کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ کس وقت کون ہے؟

وہ آنکھ' دل' زبان اور جوتے کبھی میلے نہیں ہونے دیتا۔ ہر پانچ منٹ بعد صاف کرتا رہتا ہے۔

کہتے ہیں جو موسیقی سنتا ہے وہ ظالم نہیں ہو سکتا۔ واقعی آج کل کی موسیقی سن کر یقین ہو جاتا ہے کہ اسے سننے والا ظالم نہیں مظلوم ہی ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر بلھے شاہ کو بھی موسیقی سے لگاؤ ہے۔ جوانی میں آدمی کی سب سے کمزور چیز اس کی قوت سماعت ہوتی ہے۔ اسی لیے نوجوانوں کو گانے سننے کے لیے ٹیپ ریکارڈر فل آواز میں لگانا پڑتی ہے اور موسیقی سنتے وقت ڈاکٹر بلھے شاہ بھی نوجوان لگتا ہے۔ اپنی ساتھی خواتین کے ساتھ اس کا سلوک درمیانہ ہوتا ہے کیونکہ عورتوں سے مردوں والا سلوک کرو تو گھر سے نہ آئیں گے اور اگر ان سے عورتوں جیسا برتاؤ کرو تو بیوی آپ کو گھر نہ آنے دے گی۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

وہ پروفیسر ہے' شاید اسی لیے حیران کرتا رہتا ہے۔ آپ اس کے پاس کوئی کام لے کر جائیں اور آپ کو یقین ہو کہ وہ یہ کام نہیں کر سکتا مگر وہ کام کرکے آپ کو حیران کر دے گا۔ اگلی بار آپ جائیں اور آپ کو یقین ہو کہ وہ یہ کام کر سکتا ہے۔ اس بار بھی وہ آپ کو حیران کر دے گا۔ اس سے تو ملاقات کرکے نکلو تو لگتا ہے بندہ ڈرامے کی قسط دیکھ کر نکلا ہے۔ اگلی ملاقات میں کیا ہو گا اس میں وہی سسپنس ہوتا ہے جو اگلی قسط میں ہوتا ہے۔

اپنی طبی صلاحیتوں کی وجہ سے اس نے بہت سے آدمیوں کو جنت جانے سے روکا اور اپنی طبعی صلاحیتوں سے بہت سوں کو جنت کی راہ دکھلائی۔

ڈاکٹر بلھے شاہ مستقبل کا وہ لمحہ ہے جس کے بارے میں آپ حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے مگر ہر شخص اس سے پر امید ضرور ہوتا ہے۔

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- شو بوائے

اس کا دل سیاح کا' دماغ صحافی کا' بولنے میں شاعر اور سننے میں شوہر ہے۔ آواز میں تعلقات کی کھنک' چال میں شہرت کا خمار اور چال چلن میں ویسا ہی جیسا ایک مرد کا' یہ سب ملنے کے بعد ہوتا ہے۔

URDU4U.COM

زمانہ طالب علمی میں ہی اس میں صحافی بننے کی صلاحیتیں اجاگر ہونے لگیں یعنی کھانے کی تقریبات میں ایسا لباس پہن کر جاتا جس کی جیبیں بڑی بڑی ہوتیں۔

مقامی کالج میں اقبالیات پڑھاتا ہے اس کے لیکچر سن کر پتا چلتا ہے کہ علامہ اقبال اپنی تصویروں میں اس قدر پریشان نظر کیوں آتے ہیں۔ آج کل سو فیصد شاعر ننانوے فیصد احمق ہوتا ہے اور یہ ننانوے فیصد عقلمند ہے وہ اصلی شاعر ہے کیونکہ آدمی کی اصل کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ وہ کس بات پر خوش ہوتا ہے اور حسن رضوی صرف مشاعرے کے ذکر پر خوش ہوتا ہے۔ مشاعرہ وہ جنگ ہوتی ہے جس میں لوگ منہ سے گولیاں چلاتے ہیں اور حاضرین کی واہ وا سے چلانے والے کے نشانے کا پتا چلتا ہے اسے روز یہ جنگ اور روزنامہ "جنگ" پسند نہیں۔ ہمارے ہاں شاعری اچھی ہو تو آدمی اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ شاعری اچھی نہ ہو تو لوگ اسے بھول جاتا ہے۔ شاعری اچھی نہ ہو تو لوگ اسے بھول جاتے ہیں مگر وہ خود کو بھولا ہے نہ لوگ اسے بھولے ہیں۔

اس نے اپنی سب سے پہلی نظم ایک مشاعرے میں پڑھی اور سارے سامعین کو ہوٹ کر دیا۔ ایک نظم اپنی تھی۔ دوسرا ترنم بھی اپنا۔ سارا مشاعرہ لوٹ لیا یہاں تک کہ دوسرے شاعروں کے لیے سامعین کے پاس ایک بھی ٹماٹر نہ بچا۔

اس نے ہر شہر میں بچپن گزارا۔ آج کل لاہور میں گزار رہا ہے۔ البتہ جوانی کسی شہر میں نہیں لہر میں گزاری۔ دو تین لڑکیوں سے منگنیاں کیں مگر توڑ دیں شاید وہ شادی پر بضد ہوں گی۔ ہر کام میں منصوبہ بندی کا قائل ہے۔ اس نے شادی سے پہلے ہی

بیوی ہے۔ گھر میں اس کی وہ تحریریں بہت پسند کی جاتی ہیں جو یہ چیک بک پر لکھتا ہے۔ عورتوں سے زیادہ سے زیادہ یوں ملتا ہے جیسے عرب رخصت ہوتے ہیں۔

لڑائی میں ہمیشہ حق پر ہوتا ہے کیونکہ لڑنے والا ہمیشہ حق پر ہوتا ہے۔ حق ناحق پر تو لڑانے والے ہوتے ہیں وہ اچھا دشمن نہیں اس لیے دشمن دار لوگ اسے دشمن بنانے کی بجائے دوست بنا کر ہی کام چلاتے ہیں۔ دشمن سے ایسی دشمنی رکھتا ہے کہ کسی وقت بھی دوستی ہو سکے۔ دوست سے بھی ایسی ہی دوستی رکھتا ہے۔ جب آپ کو کوئی اچھا دوست نہ ملے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ اچھے دوست نہیں اور حسن کو بڑے اچھے دوست ملے۔ عقلمند وہ ہے جو اپنے دوستوں سے ڈرتا ہے اور بیوقوف جس سے اس کے دوست ڈرتے ہیں۔ حسن رضوی دوستوں سے ڈرتا ہے یہ بات مجھے اس کے ایک دوست نے ڈرتے ڈرتے بتائی۔

اس نے دولت سے صلاحیتیں پیدا نہیں کیں بلکہ صلاحیتوں سے دولت پیدا کی' دیر تک بلکہ دور تک سوچتا ہے۔ سچ بولنا اتنا مشکل نہیں جتنا سچ سننا اور وہ سچ سن لیتا ہے۔ اپنی ہر بات منوا لیتا ہے اس کی تنخواہ روک دو تو وہ اسے بحال کرانے جائے تو جب واپس آئے گا اس میں ہزار روپے کا اضافہ کروا کے آئے گا۔ بہت اچھا افسر ہے کبھی اس کے ماتحت کو اس سے ڈرتے اور گھبراتے نہیں دیکھا۔ صرف وہ گھبراے ہوتے ہیں جن کا یہ ماتحت ہوتا ہے۔

کہتے ہیں مرد وہی ہے جو مصیبت میں نہ گھبرائے اگرچہ یہ خود کو مرد ثابت کرنے کا بڑا ان سائنٹیفک طریقہ ہے تاہم اس نے پوری جوانی خود کو مرد ثابت کرنے میں ہی گزاری۔ وہ ایک ڈرا ہوا آدمی ہے۔ نڈر خود کو نقصان پہنچاتا ہے اور ڈرا ہوا دوسروں کو۔ مگر اس نے جب بھی کسی پر وار کیا خود کو بچانے کے لیے کیا۔

گروپ فوٹو میں اکثر درمیان میں یوں کھڑا ہوتا ہے جیسے دوسرے اس سے پناہ مانگ رہے ہیں۔ معزز آدمی ہے اس کی خواہش ہوتی ہے ان کے پاس بیٹھے جو معزز ہوں' بلکہ جن کے پاس بیٹھ جائے وہ بھی یہی خواہش کرنے لگتے ہیں۔

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اگرچہ اس نے تھوڑے ہی وقت میں بہت کچھ حاصل کر لیا ہے۔ مگر اس کی کارکردگی سے مکمل طور پر نہ وہ خود مطمئن ہے اور نہ شیطان۔

URDU4U .COM

○○○

پنجابی کبھی بوڑھا نہیں ہوتا اور جو بوڑھا ہوتا ہے وہ پنجابی نہیں ہوتا۔ اس قدر نرم دل کہ اس نے کبھی کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ زیادہ سے زیادہ انگلی اٹھائی۔ کسی خاتون کو اس وقت تک نہ دیکھتا جب تک اسے اس پر شک نہ ہوتا یوں اس کی نظر صحافی کی دماغ فوجی کا اور دل پلسیئے کا تھا جب کہ حوصلہ اور جسم اس کا اپنا ہی تھا۔ چال شطرنج کے گھوڑے کی طرح اور چال چلن اس کے بادشاہ جیسا۔

جا رہا ہوتا تو لگتا آ رہا ہے اور آ رہا ہوتا تو لگتا ایک شریف آدمی جا رہا ہے۔ صورت ایسی جس نے اسے دیکھا سمجھو اس نے کچھ نہیں دیکھا سیرت ایسی کہ جس کو اس نے دیکھا سمجھو اسے پنجاب نے دیکھ لیا۔ وہ فرشتہ تھا اس کے کام بھی فرشتوں والے تھے یعنی دوسروں کے گناہوں اور برائیوں کا حساب رکھتا۔ وارث شاہ اسے شیطان کہتا ہے' لیکن شیطان بھی تو فرشتہ تھا۔

عشق اور لڑائی میں یہ فرق ہے کہ عشق وہ لڑائی ہے جو انسان کے اندر ہوتی ہے۔ ان دونوں لڑائیوں میں سب جائز ہے یوں ہیر اور ہٹلر سب نے جائز کام ہی کئے۔ کہتے ہیں کیدو چوری چوری ہیر رانجھے کو دیکھنے آتا حالانکہ چوری چوری تو ہیر رانجھا ایک دوسرے کو دیکھنے آتے۔ وہ تو سر عام آتا بلکہ ایسے ہی جیسے مغل بادشاہ آتے تھے کہ ان کا چوب دار لاٹھی بجاتا آگے آگے چلتا اور وہ پیچھے پیچھے آتے بس فرق یہ تھا کہ یہ اپنی آمد پر لاٹھی بھی خود ہی بجاتا تھا۔

کیدو نے خدا سے عزت' چوچک نے دولت اور رانجھے نے ہیر مانگی۔ ظاہر ہے آدمی وہی کچھ مانگتا ہے جو اس کے پاس نہیں ہوتا۔ حضرت آدم اور حضرت حوا کی محبت نے انہیں جنت سے نکلوایا۔ جب وہ دنیا میں آئے تو ایسے ہی تھے جیسے نئے پیدا ہونے والے بچے ہوتے ہیں یعنی پیدائشی سوٹ میں' آج بھی جب عاشق معشوق ملتے ہیں تو وہ ان معصوم بچوں کی طرح ہونا چاہتے ہیں لیکن رانجھے نے محبت کو محبت نہیں عبادت سمجھا اور عبادت کے لیے ستر ڈھانپنا ضروری ہے۔ جس کو کبھی ایذا نہ پہنچے وہ سمجھ لے کہ

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

• اف شی

پہلے افشی کے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے حوالے سے پہچانی جاتی تھی جب سے افشا ہوئی ہے' کالج اس کے حوالے سے جانا جانے لگا ہے جب سے اس کی شہرت آؤٹ آف کالج ہوئی ہے۔ کالج میں میرے دوست "ف" کے ملاقاتیوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ امریکہ اسے حصول علم و اہل علم کی غرض سے آئی ہے۔ صورت و سیرت میں اپنے ماں باپ پر گئی ہے یعنی شکل باپ کی طرح پاکستانی اور شغل ماں کی طرح امریکی۔

انگریزی اس قدر روانی سے بولتی ہے جیسے ہم جھوٹ بولتے ہیں مگر گالی ہمیشہ اردو میں دیتی ہے تا کہ دوسروں کو باآسانی سمجھ آ سکے۔ اردو لکھنے میں فحش غلطیاں کرتی ہے۔ یعنی اس کی غلطیاں دور ہی سے نظر آ جاتی ہیں۔ پورے بدن سے باتیں کرتی ہے اسی لیے وہ بات کر رہی ہو تو دوسرا کہتا ہے یار ذرا سامنے سے ہٹ جاؤ مجھے اس کی آواز صاف دکھائی نہیں دے رہی۔ اس کا سارا بدن دعا ہے یعنی ہر وقت خدا سے کچھ نہ کچھ مانگتا رہتا ہے اسی لیے لوگ اسے افشی کم اور "اف شی" زیادہ کہتے ہیں۔ وہ موسم کے مطابق لباس نہیں بدلتی بلکہ اپنے لباس سے کالج کا موسم بدلتی رہتی ہے۔ جب جین پہن کر آئے تو لگتا ہے اس نے جین نہیں پہنی' جین نے اسے پہن رکھا ہے۔ اس نے کالج میں پردے کو رواج دیا یعنی جب سے وہ آئی ہے تمام لڑکیاں منہ چھپانے لگی ہیں۔ جتنی عمر بتاتی ہے اس حساب سے اس نے پرائمری پیدا ہونے سے پہلے ہی پاس کر لی تھی اور لگتا ہے دس پندرہ سال بعد اسے عمر بتانے کے لیے مڈل بھی پیدا ہونے سے پہلے ہی کرنا ہو گا۔

اس کے خون کا گروپ اے بی پازیٹو (AB+) ہے اور وہ محبت کے معاملے میں بھی اے

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"ف" کہتا ہے افشی اچھی بیوی ثابت ہو گی جس کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ لیڈی ڈاکٹرز ہمیشہ اچھی بیویاں ہوتی ہیں کیونکہ جتنی محنت سے وہ ایم بی بی ایس کرتی ہیں اس سے کہیں زیادہ محنت انہیں شادی کرنے کے لیے کرنا پڑتی ہے۔ اسے خود پر اس قدر اعتماد ہے کہ ہر کسی پر اعتماد کر لیتی ہے اور چیڑ کی لکڑی کی طرح ایک ہی وار میں الف سے لے کر "ی" تک چر جاتی ہے۔ اس میں برائی یہ ہے کہ وہ ہر کسی کو اچھا سمجھتی ہے۔

میرا دوست "ف" کہتا ہے اس میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ سب سے محبت کرتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں۔ یہی خامی اس کی خوبی یہ ہے کیونکہ سر عام اور سب سے محبت تو بچے ہی کرتے ہیں بلکہ ان کے جوان ہونے کا پتا تب چلتا ہے جب وہ یہی کام چھپ کر کسی ایک سے کرنے لگیں۔ افشی سب سے سر عام محبت کرتی ہے۔ وہ ایک بچی ہی تو ہے جسے لڑکوں نے آنکھیں مار مار کر جوان کر دیا ہے۔

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

• سی می

کہتے ہیں بچوں میں بس ایک ہی برائی ہے کہ وہ بچے نہیں رہتے۔ لڑکی بڑی ہو جائے تو والدین کو یہ ڈر لگ جاتا ہے کہ اب وہ اس گھر سے رخصت ہو جائے گی اور لڑکا بڑا ہو تو یہ ڈر کہ اب وہ اس گھر سے رخصت کر دے گا۔ لیکن سیمی وہ بچی تھی جو ہمیشہ بچی رہی اس کے اصل نام کا تو مجھے علم نہیں مگر وہ ہر کسی کو یوں دیکھتی جیسے کہہ رہی ہو سی می۔

اگر لفظ "محبت" کی تصویر بنائی جائے تو ہوبہو "سی می" جیسی ہو گی۔ وہ چار برس میرے کمرے میں رہی اور مسکراتی رہی۔ مسکراہٹ محبت کا پہلا لفظ اور بچے کی مسکراہٹ اس دنیا کا پہلا سچ ہے۔ گفتگو کا سہارا تو انسان نے جھوٹ بولنے کے لیے لیا اسی لیے بچہ مسکرانا تو پیدا ہوتے ہی سیکھ جاتا ہے مگر اسے بولنا سکھانا پڑتا ہے یوں بھی یہ دنیا کو انتظار نہ رہا اس دن یہ دنیا نہ رہے گی۔ سیمی میرے کمرے میں آنے والے ہر شخص کا مسکرا کر یوں استقبال کرتی جیسے اسی کا انتظار کر رہی ہو آپ کمرے میں جہاں بھی بیٹھتے یہی لگتا کہ آپ ہی کو دیکھ رہی ہے۔ بلکہ ہر کوئی یہی سمجھتا کہ صرف اسے دیکھ رہی ہے۔

اس سے پہلے اس کمرے میں جو اسٹوڈنٹ رہتا تھا اس نے کمرے میں اتنی تصویریں لگا رکھی تھیں کہ کوئی تصویر بھی دوسری تصویر کو دیکھنے نہ دیتی۔ ایسے ہی جیسے قوالی میں بہت سے گانے والے مل کر یوں گاتے ہیں کہ ایک دوسرے کو گانے نہیں دیتے۔

تصویریں ایسی تھیں کہ دیکھنے والے کا دایاں پاؤں وہاں پڑتا جہاں اس کا بایاں پڑنا چاہیے۔

وہ کہتا میں نے کمرے میں یہ تصویریں اس لیے لگائی ہیں کہ سنا ہے جہاں ایسی تصویریں ہوں وہاں فرشتہ نہیں آتا اور جا کر کم از کم یہ تو نہیں بتاتا کہ ہم یہاں کیا کرتے ہیں۔ ان میں اکثر لڑکیوں کی تصویریں زندہ لگتیں' یعنی وہ ایسے ہی دیکھ رہی تھیں جیسے

نے اس کمرے میں چھاپا مارا اور لڑکے کو ہوسٹل سے نکال دیا البتہ تصویریں وہیں رہیں پھر جب میری اس کمرے میں الاٹ منٹ ہوئی۔ میں نے یہ تصویریں کمرے سے ذہن میں اتار لیں۔ انہی دنوں میں نے سیمی کو انارکلی میں دیکھا تو مجھے لگا میں نے اسے پہلی بار سے پہلے بھی دیکھا ہے اور یہ تصویر لا کر کمرے میں لگا دی "ف" کہتا ہے اس تصویر کی موجودگی تمہاری عمر کی وجہ سے ہے کہ بڑھاپے میں بچے ہی اچھے لگتے ہیں۔ اس عمر میں تو دل بھی اس عورت پر آتا ہے جو بچوں والی ہو۔ ٹھیک کہتا ہے' بڑھاپا دو عمروں کے فرق کا نام ہے ہم عمر جس عمر کے بھی ہوں جب ملیں گے ان میں کوئی بوڑھا نہ ہو گا۔ سیمی کی موجودگی میں واقعی میرے اندر ایک باپ پیدا ہو گیا تھا۔ سیمی کے ہاتھوں کا رنگ ایسا تھا جیسے دودھ میں شہد ملا ہو اور چہرے کا رنگ ایسا جیسے شہد میں دودھ ملا ہو یوں شرارتی انداز سے مسکراتی جیسے ابھی کھلکھلا کر ہنس دے گی۔ اور آدمی بے اختیار اس کی ہنسی کا انتظار کرنے لگتا۔

میں اسکی تصویر دیکھتا تو مجھے اپنا چہرہ نظر آتا۔ آئینہ دیکھتا تو اس کی تصویر نظر آتی سارا کمرہ اس کے چہرے سے بھرا رہتا یوں بھی بچے تو پاؤں سے لے کر سر تک چہرہ ہی چہرہ ہوتے ہیں۔ میں اس کو مسکراتا ہوا دیکھ کر مسکراتا تو یوں لگتا جیسے اس سے گفتگو ہو گئی ہو۔

ایک روز سیمی مجھ سے دور ہو گئی وہ دوست جس کی غلطی کی وجہ سے یہ تصویر پھٹی تھی اسے میری حالت کا پتا چلا تو اگلے دن کاغذ میں لپٹی ایک تصویر لے کر میرے پاس آیا کہنے لگا' یہ سب میری وجہ سے ہوا سو میں اسی انگریزی ایکٹرس کی تصویر تمہارے لیے خرید کر لایا ہوں۔ بچپن کی تو نہ مل سکی تاہم تمہاری فیورٹ کی تازہ تصویر حاضر ہے' یہ رہی تمہاری سیمی۔ میں نے تصویر دیکھی اس میں ایک عورت سیمی ہی کے کپڑے پہنے کھڑی تھی یعنی صاف لگ رہا تھا اس نے کسی بچے کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ وہ یوں دیکھ رہی تھی جیسے کچھ دیکھ نہیں رہی دکھا رہی ہے میں نے اسے یہ کہہ کر تصویر واپس کر دی کہ میری سیمی تو بچی تھی۔

اگر شبنم کی آواز سوز ہے تو ہیوی ویٹ ہیروئین کی آواز ساز۔ شبنم ڈائیلاگ بولتی لگتی ہے حالت نزع میں بیان دے رہی ہے۔ سسکیاں لیتی ہوئی بولتی ہے اگر غمی کا سین ہو تو سسکی کے بعد لفظ ادا کرتی ہے اور اگر خوشی کا سین ہو تو لفظ کے بعد سسکی ادا کرتی ہے جبکہ ہیوی ویٹ ہیروئین ہر وقت ہنستی رہتی ہے۔ وہ بھی یوں کہ ہنسنے سے ایک منٹ پہلے اس کا جسم ہلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور ہنسنے کے ایک دو منٹ بعد تک ہلتا رہتا ہے۔ البتہ رو رہی ہو تو لگتا ہے پورا محلّہ رو رہا ہے۔

اس کا تعلق ایسے گھرانے سے ہے جہاں پیدا ہوتے ہی بچوں کو سب سے پہلے روح کی غذا ملتی ہے۔ دولت اتنی تھی کہ گنتی بھی نوٹوں پر یاد کی۔ اس کے خاندان نے جو شہرت ہیر کو بیاہ کر حاصل کی تھی وہ اس نے بن بیاہے دلوا دی۔ اس کے اداکارہ بننے کی تین وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ فن کی خدمت کرنا چاہتی تھی' دوسری یہ کہ اپنی خدمت کرانا چاہتی تھی اور تیسری یہ کہ ان کے خاندان کی لڑکیاں بڑی ہو کر یہی کچھ کرتی ہیں۔

کوئی عمر پوچھے تو اپنی فلموں کی تعداد بتا کر باتوں میں لگا لیتی ہے۔ خوش مذاق یعنی اپنے مذاق پر بہت خوش ہوتی ہے۔ بزرگوں کی عزت کرتی ہے اس لیے جس کے ساتھ عزت سے پیش آئے اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اسے اپنا بزرگ سمجھ رہی ہے۔

آنکھوں کو شامل کرکے چار زبانیں بولتی ہے۔ اور دنیا کی ہر زبان میں "ہاں" کہہ لیتی ہے۔ گھر میں مادری زبان بولتی ہے۔ فادری اس لیے نہیں کہ ماں کے ہوتے ہوئے باپ کو بولتے ہوئے کب کسی نے سنا ہے۔ مادری زبان صرف اپنوں سے بولتی ہے۔ یہاں تک کہ غیروں کو تو اس زبان میں گالی بھی نہیں دیتی۔

ہماری ہیروئین خوشی غمی ہر دو موقعوں پر گالیاں ہی دیتی ہیں وہ بھی ایسے جیسے ان کی ڈرامائی تشکیل کر رہی ہوں۔ لیکن جیسے فقیر اور انگریزی کی گالی ہمارے ہاں گالی ہی نہیں سمجھی جاتی۔ اردو کی گالی' گالی کم اور تکیہ کلام زیادہ لگتی ہے اور ملتانی میں گالی دینے

ائیر میں آ گیا ہے کیونکہ پہلے پتھالجی کا امتحان فائنل ائیر میں ہوتا تھا اب فورتھ ائیر میں ہونے لگا ہے اسی لیے آج کل دونوں میں سے جو کلاس ملتی ہے "سن" لیتا ہے اور اس انہماک سے جیسے شرفا گانا سنتے ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں جس پروفیسر سے ناراض ہوتا ہے اس کی کلاس باقاعدگی سے سننے لگتا ہے۔

ڈاکٹر موت تاریخ کا معمر ترین لڑکا ہے کیونکہ لڑکیاں تو کالج میں آتے ہی خواتین بن جاتی ہیں شاید اسی لیے لکھا ہوتا ہے "کالج برائے خواتین" جبکہ لڑکے کالجوں میں آ کر بھی لڑکے ہی رہتے ہیں اسی لیے ان کو کالجوں کو "بوائز کالج" ہی کہا جاتا ہے۔ اور جب VIVA کے وقت اس کی باری پر چوکیدار کہتا ہے "اگلا لڑکا" اندر جائے تو عبدالغفار کے پسینے پورے ہو جاتے ہیں۔ میرا دوست "ف" کہتا ہے' وہ اسی فقرے کو سننے کے لیے تو امتحان دیتا ہے۔ ایک بار ممتحن نے اس سے پوچھا اگر تمہارے پاس ایسا مریض آئے جس کے حادثے میں بازو اور ٹانگوں کی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہوں تو تم کیا کرو گے؟ ڈاکٹر موت نے وقت ضائع کئے بغیر کہا' میں اسے کسی اور ڈاکٹر کے پاس ریفر کر دوں گا۔

اسے پڑھنے کا اس قدر شوق ہے کہ کمرۂ امتحان میں لڑکے لکھ رہے ہوتے ہیں اور یہ پرچہ پڑھ رہا ہوتا ہے۔

اس کا رنگ ایسا کہ ذرا کپڑے پہن لے تو لگتا ہے آج ننگا ہی کالج آ گیا ہے۔ چہرے پر ہمیشہ میل اور عینک اوڑھے رکھتا ہے۔ عینک کے شیشے اتنے موٹے ہوتے ہیں جیسے سردی سے بچنے کے لیے لگا رکھی ہے۔ شخصیت ایسی کہ جس کے پاس آ کر رک جائے وہ جیب سے ٹوٹے پیسے ڈھونڈنے لگتا ہے۔ کچھ کہہ دے تو آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ یہ تو بولتا بھی ہے۔ اس کی چال کچھوے کی اور چال چلن خرگوش کا ہے یعنی آہستہ آہستہ چلتا ہے مگر سو سو کر' بلکہ جب تک آپ رک نہ جائیں پتہ نہیں چلتا کہ وہ چل رہا ہے۔

"سیلف میڈ" آدمی ہے یعنی اس نے اپنے آپ کو بگاڑنے میں کسی سے مدد نہیں لی ہر فیصلہ سوچ سمجھ کر کرتا ہے یہاں تک کہ جہاں سے سڑک دو میں تقسیم ہو وہاں کھڑا

ہو کر پہلے فیصلہ کرتا ہے کہ کس طرف کو جانا ہے پھر قدم اٹھاتا ہے اپنی گردن آہستہ آہستہ اس احتیاط سے موڑتا ہے جس احتیاط سے لوگ پرائی چیزیں استعمال کرتے ہیں۔

URDU4U.COM

اس کے لباس کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس کے پاس جتنے کپڑے ہوتے ہیں اس نے پہن رکھے ہوتے ہیں اور چلتے وقت یوں لگتا ہے جیسے کوئی قد آدم ہینگر پرانے کپڑے لٹکائے پھر رہا ہو۔ ان کپڑوں کی بڑی خوبی یہ ہے کہ مزید میلے نہیں ہو سکتے۔

عبدالغفار اپنے ہم عمروں کو بہت پسند کرتا ہے شاید اسی لیے اس کے کپڑے اور سائیکل بھی اس کے ہم عمروں میں سے ہیں جس طرح بد صورتی عورت کی سب سے بڑی محافظ ہوتی ہے ایسے ہی اس کی سائیکل اپنی بد سیرتی کی وجہ سے "چور پروف" ہے وہ سائیکل پر مصلوب کالج آتا ہے۔ قانون کا اس قدر احترام کرتا ہے کہ سرخ بتی پر فوراً سائیکل کو لٹا کر خود کپڑے جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ بتی سبز ہوتی ہے تو سائیکل پر دوبارہ سوار ہونے لگتا ہے جب تک وہ دوبارہ سوار ہوتا ہے بتی پھر۔ سرخ ہو چکی ہوتی ہے یوں بھی اسے سرک رنگ سے بہت بڑا پیار ہے (سرخ رنگ سب کو اچھا لگتا ہے بشرطیکہ نوٹ کا ہو)

کالج میں ہمیشہ ایک تھیلا کاندھے پر لٹکائے رکھتا ہے جس کی وجہ سے میرا دوست "ف" یہ بتاتا ہے کہ اس کے گھر تھیلا لٹکانے کی اور جگہ نہیں۔ تھیلے میں ایک کنگھی اور اس کی اپنی لکھی ہوئی کتابیں ہیں یعنی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی جو اس قدر سیاہ ہیں کہ کتابیں کم اور کرتوتیں زیادہ لگتی ہیں۔ کنگھی اس قدر ضعیف ہے کہ شاید ہی اس کے منہ میں کوئی دانت ہو۔

پان کھا کھا کر دانتوں کی یہ حالت ہے کہ آپ انہیں دانتوں کے علاوہ کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اونچا سنتا ہے نہ بولتا ہے بس اونچا سمجھتا ہے' ہر کام اپنی مرضی سے کرتا ہے یعنی جس بات پر مرضی ہنس دے جس پر مرضی برا منا لے۔ بعض اوقات اس بات پر ناراض ہو کر اٹھ جاتا ہے کہ آپ اس کی بات پر ہنسے نہیں اور کبھی اس پر کہ

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آپ اس کی بات پر ہنسے کیوں؟

لڑکیوں کو اسی نظر سے دیکھتا ہے جس سے وہ اسے دیکھتی ہیں یعنی بادل نخواستہ۔ عورت کا ذکر کرو تو چپ ہو جاتا ہے اس چپ کے پیچھے کتنی عورتوں کی باتیں ہیں کسی کو نہیں بتاتا مگر میرا دوست "ف" کہتا ہے میں شرط لگا سکتا ہوں وہ کسی عورت کے تعاون کے بغیر اس حالت کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ نشہ بھی کرتا ہے بلکہ نشہ ہی کرتا ہے مگر ایسا وضع دار کہ چاہے دو دن سے نشہ نہ کیا ہو پر کیا مجال کسی کو پتہ چلنے دے کہ اس نے نشہ نہیں کیا۔ باتیں کر رہا ہو تو صرف اسے ہی پتہ ہوتا ہے کہ وہ باتیں کر رہا ہے باقی سمجھتے ہیں چیونگم کھا رہا ہے۔

ڈاکٹر موت ترقی پسند ہے' ظاہر ہے ترقی کو پسند ہی کر سکتا ہے۔ ایک زمانے میں ریگل چوک میں ترقی پسندوں کے پوسٹر بھی بانٹا کرتا تھا مگر دکھاوے کا قائل نہ تھا۔ ساری ساری رات پوسٹر لیے کھڑا رہتا جونہی کوئی آدمی نظر آتا وہ فوراً چھپ جاتا کہ کہیں کوئی اسے پوسٹر بانٹتا نہ دیکھ لے۔ وہ کسی کو آرڈر نہیں دے سکتا اسی لیے کنٹین پر بیٹھا ہوا پاس والے کو کہے گا ذرا چائے کا آرڈر تو دینا۔ سگریٹ خود خرید کر نہیں پیتا' کہتا ہے خود خرید کر پینے سے یہ زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔

جس طرح اہل امریکہ نے آزادی کے مجسمے کو ایک جزیرے میں قید کر رکھا ہے ایسے ہی عبدالغفار علم کا وہ مجسمہ ہے جس کو چھو کر ہزاروں اہل علم تو گزرے ہیں مگر علم چھو کر نہیں گزرا۔ وہ وہیں ہے جہاں پچیس سال پہلے تھا۔ یہی اس کا اعزاز ہے۔ کہتے ہیں ڈاکٹر بننا اس کی ضد ہے لیکن مجھے تو لگتا ہے ڈاکٹر نہ بننا اس کی ضد ہے۔

○○○

سے وہاں بستی ہے مگر یہ کبھی نہ مری بس زخمی ہوئی یہ اصلی ہے۔

لاہور منجمد موسیقی ہے۔ دیکھنے میں تماشبین' دکھنے میں تماشا۔ اس کا غصہ مردانہ ہے یعنی اس کا اظہار ہاتھ اور زبان سے کرتی ہے۔ مگر خوشی زنانہ کہ اس کا اظہار پورے بدن سے کرتی ہے۔ وہ جنت ہے نہ جہنم کیونکہ جنت اور جہنم تو دراصل دو قید خانے ہیں۔ ایک میں آدمی مسرتوں کی قید میں ہے اور دوسرے میں مصیبتوں کی۔ مگر لاہور تو بس لاہور ہے۔ لاہور کے مشرق' مغرب' شمال اور جنوب میں بھی لاہور ہی واقع ہے۔ جو لاہور میں نہیں رہا اس نے آدھی زندگی ضائع کر دی اور جس نے لاہور نہیں دیکھا اس نے پوری۔

URDU4U.COM

لاہور زندہ دلی کا نام ہے مگر اس کا دل اتنا چھوٹا ہے کہ جو اس میں داخل ہو جائے وہ یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ اور اتنا بڑا کہ ہر آدمی اس میں باآسانی داخل ہو سکتا ہے۔ یہ لباس بدلتی ہے تو موسم بدل جاتا ہے۔ اگر کوئی ململ کا کرتہ پہن کر آئس کریم کھا رہا ہو تو سمجھ لیں کہ موسم گرما آ گیا اور اگر کوئی سوٹ پہنے دستانے اور کنٹوپ چڑھائے آئس کریم کھا رہا ہو تو سمجھ لیں سرما آ گیا۔ ویسے یہاں کے لوگ گرما اور سرما سے مراد اکثر پھل ہی لیتے ہیں۔ بارش میں یوں نہاتی ہے کہ دیکھنے والے بھیگ بھیگ جاتے ہیں کیونکہ جب تک اس کے بدن پر بوند نہ پڑے یہ بارش کا یقین نہیں کرتی اور جب تک بارش کسی بدن پر نہ پڑے اسے یقین نہیں آتا کہ وہ لاہور پہنچی ہے یا نہیں۔ شادی شدوں کے لیے اس کا ہر مہینہ دسمبر کا مہینہ ہوتا ہے۔ اور کنواروں کے لیے ہر ماہ اپریل سے شروع ہوتا ہے۔

وہ ایک طوائف ہے اسی لیے جو اس گلی میں آیا اس کا گلہ ہی آیا' جو بیٹھ گیا اسے اٹھانے کے لیے خود اللہ آیا۔ یہ وہ داشتہ ہے جو یادداشت بھی چھین لیتی ہے۔

لاہور میں داخل ہونے کے کئی راستے ہیں لیکن یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ دوسرے شہروں سے اس کا فاصلہ کم اور یہاں سے ان کا فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ یہ دور سے نظر آتی ہے مگر یہاں سے دور دور تک نظر نہیں آتا۔ لوگوں کو اتنی خوشی خود خوش

ہو کر نہیں ہوتی جتنی اسے خوشی دیکھ کر ہوتی ہے۔ اسی لیے لوگ دور دور سے اسے خوش دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ جب ناخوش ہو تو خود ہی دور دور تک دکھائی دیتی ہے۔

URDU4U .COM

کبھی بڈھے دریا میں وضو کیا کرتی تھی۔ اب استنجا کرتی ہے۔ علماء کی صحبت میں رہی تو جہلاء نے بھی اس سے صحبت کی۔ داتا صاحب جیسے اولیاء کی بدولت اللہ نے اسے آنکھ کا آنسو اور دل کا درد دیا۔ اس کے جسم کے کچھ حصوں کو یہ بھی پتا ہوتا ہے کہ آئندہ چوبیس گھنٹوں میں کیا ہو گا۔ اور بعض علماء کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں کیا ہو گا۔

بچوں کو حال جوانوں کو مستقبل اور بوڑھوں کو ماضی نظر آتی ہے۔ کھانے کے معاملے میں پکی مسلمان ہے۔ یعنی ہر کھانا یوں کھاتی ہے جیسے آخری کھانا کھا رہی ہو۔ جب سہاگن تھی اس کے بازوؤں میں دروازوں کی صورت درجن بھر چوڑیاں تھیں۔ اب تو بس ان چوڑیوں کے بازو پر نشان ہی باقی ہیں۔ اب تو اس کے جسم کی اپنی خوشبو بھی نہیں رہی۔ وہ بھی ان مردوں کی ہے جو اسے وقفے وقفے سے مردانگی دکھاتے رہے۔

میرا دوست "ف" کہتا ہے' مغلوں کے دور میں لوگ لاہور میں آ کر رہنے لگے۔ میں نے کہا' یہاں تو اس سے پہلے بھی لوگ موجود تھے۔ تو کہا' ٹھیک ہے مگر انہیں یہ نہیں پتا تھا کہ لاہور میں رہتے ہیں۔ ویسے تو آج بھی اکثر لوگ لاہور میں نہیں رہتے' اپنے بنگلوں اور کوٹھیوں میں رہتے ہیں۔ جو ایسے ہی ہے' بندہ ماں کا دودھ فیڈر میں ڈال کر پیئے۔

نئے دور نے اسے اس قدر خوفزدہ کر دیا ہے کہ کئی دہائیوں سے وہ مسلسل جاگ رہی ہے۔ زندہ دل ہے اسی لیے زندہ ہے۔ ہر چیز میں خوشی کا پہلو ڈھونڈ لیتی ہے۔ وہ تو اخبار میں قتل اور ڈاکے کی خبریں پڑھ کر بھی خوش ہوتی ہے۔ وجہ پوچھو تو کہے گی دیکھیں آج کل کے مقابلے میں کم ڈاکے پڑے قتل بھی کم ہوئے' ہے ناں خوشی کی بات! پھر اس خوشی پر جشن منائے گی۔ اب اس قدر موٹی ہو گئی ہے کہ لگتا ہے اس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کے جسم کا ہر حصہ الگ جسم ہے مگر جب خوشی سے ناچتی سڑکوں پر آتی ہے تو پھر اسے ایک جسم بن جاتی ہے۔ ہجوم اس کا چہرہ ہے۔ جس نے دیکھنا ہو خوشی دیکھنے میں کیسی ہوتی ہے' وہ لاہور دیکھ لے۔

URDU4U.COM

اس کی وہ انڈسٹریز جن کے مال کی بنا پر یہ ملک میں اور بیرون ملک مشہور ہے' ان میں فلم انڈسٹری نمایاں ہے۔

لاہور درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں تاریخ کی کتابوں میں دفن ہیں۔ کچھ تو بادشاہی مسجد' شالامار باغ' شاہی قلعہ اور مینار پاکستان کی صورت زمین پر نکلی ہوئی ہیں مگر اس کے باسی ان پرندوں کی طرح نہیں ہیں جو آئے اور اپنی اپنی بولی سنا کر اڑ گئے۔ اس کے باسی تو اس پر پھولوں' پھلوں اور کانٹوں کی طرح اگے ہوئے ہیں۔ شہر وہ جگہ ہوتی ہے۔ جہاں بہت سے لوگ مل کر اکٹھے رہتے ہیں۔ لیکن لاہور وہ شہر ہے جہاں بہت سے اکیلے مل کر رہتے ہیں۔

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

• بابائے عشق

مشہور زنانہ اظہر جاوید کو دور سے دیکھا جائے تو اس کی جو چیز سب سے پہلے نظر آتی ہے وہ اس کی ناک ہے۔ وہ بھی ایسی کہ تصویر بناتے وقت ناک فوکس کی جائے تو چہرہ آؤٹ آف فوکس ہو جائے۔

URDU4U.COM

اظہر جاوید کا قد بدلتا رہتا ہے کیونکہ وہ دوسروں کو اپنی سطح پر لانے کی بجائے خود ان کی سطح پر آ جاتا ہے اسی لیے اچھوں میں بیٹھا ہو تو اچھا اور بروں میں بہت برا لگتا ہے۔

اگرچہ اس کے بال سیاہ برقعے اتار کر سفید کفن پہن رہے ہیں پر اسے اب بھی سیاہ برقعے ہی پسند ہیں۔ اس کے سفید بال کم ہی لوگوں نے دیکھے ہیں کیونکہ یہ بال اسی وقت نظر آتے ہیں جب اس کا کوئی دوست تکلیف میں ہو ورنہ وہ ہر وقت ان پر بے فکری کا رنگ چڑھائے رہتا ہے یوں بھی بال سفید ہیں تو کیا ہوا' دل کو دیکھنا چاہیے۔

اس قدر خوش اخلاق ہے کہ مردوں تک سے ہنس کر باتیں کرتا ہے۔ مخلوط محفلوں کے ہمیشہ نصف بہتر میں پایا جاتا ہے۔ رکھ رکھاؤ کا اس قدر قائل کہ بیس برس قبل جسے لڑکی سمجھ کر عید کارڈ بھیجتا تھا آج بھی اسے لڑکی سمجھ کر ہی یہ سب کچھ کرتا ہے۔

جب اظہر جاوید اکیلا ہو یعنی اس کے ساتھ کوئی مرد ہو تو یوں تپاک سے ملے گا جیسے آخری بار مل رہا ہو' ملنے والا ہم عمر ہو گا تو اس احترام سے ملے گا کہ دوسرے کو یقین ہو جائے گا کہ اس نے مجھے کوئی اور سمجھا ہے۔ اگر کم عمر ہو گا تو اس سے یوں محبت سے ملے گا کہ وہ سمجھنے لگا کہ اس نے مجھے کچھ اور سمجھا ہے لیکن اگر ساتھ کوئی خاتون ہو گی تو السلام علیکم یوں کہے گا جیسے خدا حافظ کہہ رہا ہو۔

اسے سیڑھیاں چڑھنے کا اس قدر شوق ہے کہ ہمیشہ ایسی جگہ دفتر بنایا جہاں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جانا پڑے لاہور میں اس کا دفتر اکثر لاہور کی نسبت "سرگودھا" کے زیادہ قریب

ہوتا ہے۔

آج کل ہر کوئے دوسرے کو سناتا ہے کسی کی کون سنتا ہے؟ مگر اظہر جاوید کو دوسروں کی سننے کا اس قدر شوق ہے کہ شام ہوتے ہی کہنے لگتا ہے "آج کس کو سنا جائے؟"

URDU4U.COM

عاشق مجاز آدمی ہے گفتار میں ترنم اور کردار میں ملکہ ترنم ہے اس نے "تخلیق" کے زور پر کئی شاعرات پیدا کیں جن میں اکثر بڑی ہو چکی ہیں مگر صرف عمر میں۔ اردو ادب کے لیے اس نے جتنا عملی کام کیا کئی آدمی مل کر نہیں کر سکتے یعنی جتنے عشق اس نے کئے اکیلے بندے کا کام نہیں۔ جتنے لمبے وہ عشق کرتا ہے اتنی لمبی تو لوگ دشمنیاں نہیں کرتے۔ عورتوں کے کام آنا اعزاز سمجھتا ہے اسی لیے کسی نہ کسی خاتون کا اعزازی مدیر ہوتا ہے۔

پاکستان کے بوڑھے بڑے باکردار ہوتے ہیں ان کے ہاں قول و فعل کا تضاد نہیں' یعنی جتنے بوڑھے باہر سے نظر آتے ہیں اتنے ہی اندر سے ہوتے ہیں اور گھڑی پاس بیٹھ جاؤ تو آدمی خود کو بھی بوڑھا محسوس کرنے لگتا ہے۔ اظہر جاوید دیکھنے میں تو ادھیڑ عمر ہے مگر پاس بیٹھ جاؤ تو وہی حالت ہوتی ہے جو پہلی بار منٹو کے افسانے پڑھنے کے بعد ہوتی ہے۔ خود بھی اپنے آپ کو جوان سمجھتا ہے اسی لیے آج بھی وہی کپڑے پہنے ہوتا ہے جو جوانی میں پہنا کرتا تھا۔ میرا دوست "ف" کہتا ہے' میں پورے ادب سے کہتا ہوں ایسا جوان بوڑھا ادب میں تو کیا پورے پاکستان میں بغیر ادب کے بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ وہ ٹھیک کہتا ہے کم از کم میں نے آج تک کوئی بوڑھا پیدا ہوتا نہیں دیکھا۔

اکثر دوسروں کے کام کرتا ہے مثلاً تصویر میں بڑا گھبرایا گھبرایا لگتا ہے حالانکہ یہ کام تو دیکھنے والے کا ہے۔ صحت کا اس قدر خیال رکھتا ہے کہ ہر وقت حکیم ولی الرحمٰن ناصر کو ساتھ رکھتا ہے جس سے حکیم صاحب کی ادبی اور غیر ادبی صحت بہتر ہو گئی ہے اسے لڑنا بہت پسند ہے اسی لیے کوئی ادبی مسئلہ چھیڑ کر دوسروں کو لڑا دیتا ہے تاکہ انہیں پسند کر سکے۔

کر کرے گا۔ اپنے پاس رومال ضرور رکھتا ہے حالانکہ اس کی اس سے زیادہ ضرورت اس کے ملنے والوں کو ہوتی ہے۔

فلٹر کے بغیر سگریٹ نہیں پیتا۔ یعنی سگریٹ پیئے تو ساتھ فلٹر ضرور پیئے گا۔ کشمیری خاندان سے تعلق رکھتا ہے اسی لیے جو کام زبان سے ہو سکے اسے بھی ہاتھ سے کرتا ہے۔

صرف اچھی بات سنتا ہے یعنی وہی بات جو اس کے لیے اچھی ہو۔ انگریزوں سے اس قدر نفرت کہ مجال ہے ساری زندگی کبھی صحیح انگریزی بولی یا لکھی ہو۔ حب الوطنی اس قدرکہ امرتسر کو بھی اپنا علاقہ سمجھتا ہے۔ سمجھتا ہی نہیں گفتگو سے ثابت بھی کرتا ہے۔

بڑا بت شکن ہے یعنی اسے دیکھتے ہی بتوں کے ماتھے پر شکنیں پڑ جاتی ہیں۔ بڑے بڑے ادیب اس کے سامنے نہیں ٹھہرتے بلکہ تیزی کے ساتھ پاس سے گزر جاتے ہیں۔

نثری نظم کے لیے اس نے جتنی محنت کی ہے اتنی اپنے لیے نہ کی ہو گی اگرچہ نثری نظم کا مستقبل وہی ہو سکتا ہے جو بیک وقت زنانہ مردانہ صلاحیتیں رکھنے والے فرد کا۔

لیکن کہتے ہیں نثری نظم کی یہ خوبی ہے کہ اسے مشاعرے میں نہیں پڑھا جا سکتا اور شاعر اس محنت سے بچ جاتا ہے جو اسے مشاعرہ حاصل کرنے کے لیے کرنا پڑتی ہے۔

لوگ تو خواتین کے اس قدر خلاف ہیں' کہتے ہیں چور کو نہیں چور کی ماں کو مارو۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ وہ عورت ہے۔ لیکن وہ عورتوں کو ہمیشہ مرد سے بالا تر سمجھتا ہے۔

وہ مرد ادیبوں کو خواتین رائٹرز سے بہت کمتر اور گھٹیا خیال کرتا ہے اور آدمی اس سے ایک ہی ملاقات میں اس بات پر متفق ہو جاتا ہے۔

بہترین سرجن وہ ہوتا ہے جو جتنا ہو سکے مریض کو سرجری سے دور رکھے اور بہترین ادیب وہ جس سے ادب زیادہ سے زیادہ بچا رہے اسی لیے میرا دوست "ف" کہتا ہے کہ اردو میرا احسان عمر بھر نہیں بھول سکتی۔ وہ احسان یہ ہے کہ اس نے کچھ نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے ادیبوں کے ہیڈ ماسٹر نے پوری زندگی ادب کے لیے وقف کر دی ہے اسی لیے وہ سگریٹ بھی پی رہا ہو تو پتہ نہیں چلتا اپنے لیے پی رہا ہے یا اردو ادب

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

• ضیاع بٹ

ضیاء بت مجھے زبانی یاد ہو گیا ہے پر میں اسے سمجھ نہیں سکا حالانکہ بٹوں کو سمجھنا اتنا دشوار نہیں جتنا سمجھانا۔ مشکل سا چہرہ جسے یاد رکھنا آسان ہے۔ چہرہ کیا ہے؟ لگتا ہے کسی نے اپنی گوری چٹی ہتھیلیاں دعا کے لیے پھیلا رکھی ہیں جن پر کئی سلوٹیں سر اٹھا اٹھا کر سجدوں میں گر رہی ہیں۔ جب وہ ہنستا ہے تو لگتا ہے گیس کا سلنڈر پھٹ گیا اور سلوٹیں سمٹ جاتی ہیں۔ ہنستے ہوئے اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور وہ یہ سرخی ہاتھ سے قریب بیٹھے شخص کے جسم پر منتقل کر دیتا ہے۔

چلتے وقت قدم یوں اٹھاتا ہے جیسے پانی سے گزر رہا ہو اس نے ماتھا سر پر چڑھا رکھا ہے۔ ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کے لیے اس کو دوبارہ جوان کرنا پڑے گا۔ وہ ہر دم دوستوں اور بالوں کو بناتا رہتا ہے۔ سر پر سہمے سہمے بال جو بیچارے یونہی سر اٹھانے لگتے ہیں ان پر ایسا ہاتھ پھیرتا ہے کہ وہ سر اٹھانے کے قابل نہیں رہتے۔

دیکھنے میں وہ ادیب کم اور سیاست دان زیادہ لگتا ہے۔ ہمارے ہاں ادیبوں اور سیاست دانوں میں صرف ایک ہی بات مشترک ہے کہ دونوں کسی کی بات نہیں سنتے۔ لیکن ضیاء بٹ سن لیتا ہے۔ دوسرے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ ان کی بات سن رہا ہے حالانکہ وہ تو اپنی بات ان کے منہ سے سنا رہا ہوتا ہے۔ اگر کوئی بات اچھی لگے تو کہے گا سبحان اللہ۔ اگر کوئی بات اچھی نہ لگے تو پھر بھی یہی کہے گا۔ اس لیے کبھی پتہ نہیں چلا کہ اسے کس بات پر دکھ ہوا ہے اور کس پر خوشی۔

عورتیں آنکھوں سے ہنستی اور گلے سے روتی ہیں مگر ضیاء بٹ گلے سے ہنستا اور دل سے روتا ہے۔ عمر کے اس حصے میں ہے جہاں بوڑھے اسے جوان نہیں مانتے اور جوان اسے بوڑھا نہیں مانتے۔ "فنون" کے دفتر اس قدر وقت پر آتا ہے کہ یقین نہیں آتا کہ اس کا محکمہ ریلوے سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔ دفتر میں خود بعد میں داخل ہوتا ہے

اس کی ناک پہلے داخل ہو جاتی ہے۔ جس موضوع پر آپ بات سننا گوارہ نہیں کرتے۔ وہ اس پر بات کر سکتا ہے۔

"ضیا" اپنے نام کی لاج رکھتے ہوئے ان لوگوں میں سے ہے جو کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ چپ ہو تو لگتا ہے یہ شخص کبھی بولا ہی نہیں اور بول رہا ہو تو لگتا ہے یہ کبھی چپ ہی نہیں ہوا۔

جس طرح عورتوں کا کچھ نہ کچھ بھاری ہی رہتا ہے کبھی سر بھاری ہے تو کبھی پاؤں' ایسے ہی اس کا کچھ نہ کچھ خراب ہی رہتا ہے۔ کبھی صحت خراب ہے تو کبھی صحبت۔ اپنے انجام کا ذکر کرکے دوسروں کو فکر مند رکھتا ہے۔ دوسرے اس لیے فکر مند ہوتے ہیں کہ انہیں پتہ ہے کہ ان کا انجام اس سے بہتر نہ ہو گا اور اس کا انجام بہتر نہ ہو گا۔

لوگ ہنستے ہنستے لڑ پڑتے ہیں مگر وہ لڑتے لڑتے ہنس پڑتا ہے۔ غصے میں آئے گا تو اس کی آنکھیں لہولہان ہو جائیں گی۔ لگے گا اگر اس نے نیچے دیکھا تو آنکھوں سے خون کی دھاریں بہہ نکلیں گی۔ سانسیں آدم بو آدم بو پکارنے لگتی ہیں مگر اگلے ہی لمحے اس کا الف لیلوی قہقہہ ساری فضا کو بدل دیتا ہے اور مسکراہٹ اڈاریاں مارنے کی لیے ہر چہرے کے چبوترے پر کلیانے لگتی ہے۔

دوسروں کی خاطر خالی پیٹ خلال کرنے والا ضیا بٹ یاروں کی خاطر زہر بھی پی سکتا ہے اسی لیے جب کسی دوست کو سگریٹ کا گھونٹ بھرتے دیکھتا ہے اور فوراً چھین کر اپنے منہ سے لگا لیتا ہے وہ مانگا ہوا سگریٹ بھی اتنے اطمینان سے پیتا ہے کہ سگریٹ کو بھی اس وقت پتہ چلتا ہے جب شعلہ اس کی شہ رگ تک آ پہنچتا ہے۔ ضیاء بٹ پہلے ادیب ہے اور بعد میں بٹ یعنی پہلے زبان کا استعمال کرتا ہے پھر ہاتھ کا۔

وہ دوست بدلنے اور جگہ بدلنے اور جگہ نہ بدلنے سے گریز کرتا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہے جو نئی چیز ڈھونڈنے کی بجائے پرانی کے نئے استعمالات تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اسی لیے وہ ایک ہی شخص کے پاس بیٹھے ہوئے بھی کرسیاں بدل بدل کر نئے مزے لوٹتا

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رہتا ہے۔ علم جہاں بھی ملے اسے اپنی گمشدہ میراث سمجھتا ہے اسی لیے کتابیں لے کر واپس نہیں کرتا۔

ضیاء بٹ کی کہانیوں کے کردار اس کی اپنی شخصیت کے ترجمان ہیں۔ شاید اسی لیے جب یہ کردار غصے میں ہوں تو کہتے ہیں "بکواس بند کرو" خود کو "منی دانشور" کہتا ہے تو سب اعتراض کرتے ہیں۔ جنہوں نے سے دور سے دیکھا ہے وہ "دانشور" کہنے پر اور جو اسے قریب سے جانتے ہیں وہ "منی" کہنے پر۔

○○○

ابلتے پانی کی کیتلی کا ڈھکنا۔ اپنی بات کو آخری بات سمجھتا ہے۔ دوسرے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ آخری بات کر رہا ہے۔ اس کے ارد گرد بیٹھے لوگ یوں چپ ہوتے ہیں جیسے تعزیت کرنے آئے ہوں۔

URDU4U.COM

پڑھنے کا اس قدر شوق ہے کہ ہر نئے لکھنے والے کو کہتا ہے کہ مجھے اپنی تحریریں پڑھا لیا کرو۔ اپنے بارے میں لکھی گئی تحریروں کو اچھا سمجھتا ہے اور کہتا ہے اردو ادب میں بہت کم اچھا لکھا گیا۔

مشاعرے کا سن کر اس کے چہرے پر وہی رونق آ جاتی ہے جو دکانوں پر کلیرنس سیل کے موقع پر۔ وہ بادشاہ تو نہیں بادشاہ گر ضرور ہے مگر شوق بادشاہوں والے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ وہ فوجیں لڑاتے تھے یہ الیکشن لڑاتا ہے۔ پہلی لڑائی میں جان جاتی ہے اس میں عزت جاتی ہے۔

کہتے ہیں' جنس کا قدرتی راستہ بند کر دیا جائے تو یہ پورے بدن کو راستہ بنا لیتی ہے۔ یہی نہیں وہ باتوں اور تحریروں میں بھی آ جاتی ہے لیکن اس نے ناکام زندگی بڑی کامیابی سے گزاری ہے۔ آج بھی عورت کے ذکر پر وہی کچھ کرتا ہے جو عورتیں اس کے ذکر پر کرتی ہیں یعنی چپ ہو جاتا ہے۔

بہت جلد ناراض ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات تو ناراض پہلے ہو جاتا وجہ ناراضگی بعد میں ڈھونڈتا ہے اس قدر حسن ظن سے کام لیتا ہے کہ تعاقب کرنے والے کو بھی سمجھتا ہے تقلید کر رہا ہے۔ اسے تو دشمن کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب وہ اس کا دوست بن چکا ہوتا ہے۔

ہمیشہ وہ بات کرتا ہے جسے صحیح سمجھتا ہے اس لیے غلط بات کر رہا ہو تو سمجھ لیں صحیح سمجھ کر رہا ہے۔ جتنے سالوں کے بعد اس کی شاعری کی کتاب آئی ہے اس سے لگتا ہے کہ لکھنے میں فی غزل نو مہینے لگے ہوں گے۔

اس نے نظریہ کو نذریہ نہیں بنایا۔ اپنے اصولوں کے مطابق زندگی گزاری۔ ان اصولوں نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو ریشم کا ریشہ اپنے خالق کے ساتھ کرتا ہے۔ کڑ

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- چن جی

یاور حیات جب پرسوں کی پوٹلیاں لٹکائے ٹی وی اسٹیشن داخل ہوتا ہے تو لگتا ہے کوئی بخارہ نہ ختم ہونے والے سفر پر ہو۔ دور سے دیکھنے پر اس سے ہمدردی ہوتی ہے اور اس کا بوجھ ہٹانے کو دل چاہتا ہے مگر اس کے قریب ہوتے ہی اپنے بوجھ اترتے محسوس ہوتے ہیں۔

URDU4U.COM

اس کا قد ایسا کہ بندہ اس سے باتیں کر رہا ہو تو لگتا ہے آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ چال ہماری قومی چال کی طرح یعنی اتنا چلتا نہیں جتنا جگہ جگہ رکا رہتا ہے۔ کہتے ہیں جو سگریٹ پیتا ہے وہ جھوٹ نہیں بولتا اور یاور سگریٹ پیتا ہے۔ دوران گفتگو سگریٹ کو انگوٹھے اور انگشت شہادت میں پکڑ کر اسے یوں دیکھتا رہتا ہے جیسے آپ سے نہیں سگریٹ سے ہم کلام ہو۔ گفتگو کرتا ہوا لگتا ہے ٹی وی مذاکرے میں حصہ لے رہا ہے۔ یعنی کسی کی نہیں سنتا بس اپنی ہی سناتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ بھی انگریزی بولتا ہے جنہیں انگریزی لکھنا پڑھنا تو درکنار انگریزی سننا بھی نہیں آتی لیکن اس سے عجیب بات یہ ہے کہ وہ اس کی بات سمجھ رہے ہوتے ہیں۔

وہ کم سے کم کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانتا ہے۔ وہ بات شروع تو دوسروں کے لیے کرتا ہے مگر باتیں کرتا کرتا خود کلامی پر اتر آتا ہے اور اپنے ساتھ گفتگو کرنے لگتا ہے اس گانے والی کی طرح جو ایک مقام پر پہنچ کر گانے میں اس قدر کھو جاتی ہے کہ پھر سامعین سے بالا تر ہو کر اپنے لیے گاتی ہے۔ ڈرامے کے حوالے سے یاور کا میڈیم ڈائیلاگ ہے لیکن اس کا ذاتی میڈیم مونو لاگ ہے۔ وہ اپنے سننے کے لیے باتیں کرتا ہے۔

اس میں اس قدر خود اعتمادی ہے کہ اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اس نے ہر قسم کی

برائی کی ہو گی مگر کسی کی برائی کبھی نہیں کی۔ ٹی وی میں ہوتے ہوئے بھی یاور حیات بڑا پر امن آدمی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وقت اپنے آپ سے جو لڑتا رہتا ہے ٹی وی کے لیے اس کی کوئی چیز اگر قابل اعتراض ہے تو وہ اس کی ذہانت ہے۔

URDU4U.COM

عورتوں کی اس قدر عزت کرتا ہے کہ مشکوک لگتا ہے اسے ہر وہ چیز پسند ہے جس سے پہلے مس آئے۔ چاہے وہ مس کاسٹ ہی ہو۔ اس کا چہرہ اداکار کا' کان موسیقار کے' نظر شاعر کی' زبان صوفی کی' دماغ فلسفی کا اور دل طوائف کا ہے۔ مسلمان ہے مگر کافر جسم پسند کرتا ہے۔

اس کی تلاشی لی جائے تو اس کے پرسوں' جیبوں اور کمرے سے دوسروں کے وزٹنگ کارڈ ہی نکلیں گے مگر اس کا اپنا وزٹنگ کارڈ نہیں۔ وزٹنگ کارڈ کو یاور حیات کی ضرورت ہو تو تو یاور کو اس کی ضرورت نہیں اس کی جیبوں میں اتنے قلم ہوتے ہیں کہ لگتا ہے قلم بیچتا بیچتا ٹی وی آ نکلا ہے۔ حالانکہ وہ صحافی کبھی بھی نہیں رہا۔ اسے سونف کھلانے کا بہت شوق ہے جس کی اس قدر اذیت بتائے گا کہ آپ پریشان ہو جائیں گے کہ اتنی دیر سے سونف کے بغیر زندہ کیسے ہیں؟

یاور حیات ڈرامہ نگار بھی ہے۔ اس نے منو بھائی سے لے کر محمد یونس بٹ تک کے کئی ناموں سے ڈرامے لکھے۔ کسی قسم کی پابندی پسند نہیں کرتا' چاہے وہ پابندی وقت ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ جس دن وقت پر پہنچ جائے لوگوں کو پریشانی ہونے لگتی ہے کہ اللہ کرے خیر ہو۔ جب یاور اپنے کمرے میں ہو تو ٹی وی کے تمام راستے اس کے کمرے کی طرف جانے لگتے ہیں۔ وہاں اس قدر ٹیلیفون آتے ہیں کہ نیا آدمی سمجھتا ہے وہ غلطی سے ٹیلیفون ایکسچینج میں آ بیٹھا ہے۔

یاور حیات نے اپنے فن سے ناظرین اور ناراضگین کی پوری نسل پروان چڑھائی ہے کہتا ہے پروڈیوسر گھڑی باندھ لے تو وہ کلرک بن جاتا ہے وقت پر آنے والا۔ شاید اسی لیے وہ پروڈیوسر جو گھڑی دیکھ کر ریکارڈنگ کرتے ہیں ان کے پروگرام دیکھنے والے بھی

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بار بار گھڑی ہی کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

یاور کا بڑا نام اس لیے نہیں کہ خدا نے اسے بڑی صلاحیتیں دیں۔ بلکہ اس لیے کہ اس نے یہ صلاحیتیں خود کو منوانے کے لیے صرف نہیں کیں۔ اس کا مقصد متاثر کرنا نہیں شاید اسی لیے متاثر کرتا ہے۔

وہ کھٹر قبیلے کا فرد ہے جس کے لوگ بڑے جاگیردار' جنگجو اور دشمن کو معاف نہ کرنے والے کو معاف نہیں کرتا حالانکہ معاف کر دینے سے سخت انتقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ ایک دم مد مقابل کو گھٹیا اور خود کو عالی ظرف ثابت کر دیتے ہیں مگر وہ سزا دیتا ہے' نہ معاف کرتا ہے یہ تو اس کا قد ہے جو اسے دوسروں کے واروں سے بچاتا رہتا ہے۔

خطرناک آدمی ہے' پتا نہیں چلنے دیتا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ وہ مزید خطرناک ہے کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ دوسرا کیا سوچ رہا ہے۔ مجھے اگر کوئی اپنی پسند کا دشمن چننے کے لیے کہے تو میں یاور حیات کا نام لوں گا کیونکہ اچھے دوست تو مل جاتے ہیں مگر اچھا دشمن کہاں ملتا ہے۔ یاور بڑا مخلص دشمن ہے' دشمنی ختم نہیں کرتا شاید اسی لیے دشمن کو ختم نہیں کرتا۔

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- تھانیدار صحافی

دور سے تھانیدار قریب سے صحافی اور گھڑی پاس بیٹھ جائے تو کچھ بھی نہیں لگتا۔ آپ اسے الٹا ہو کر دیکھیں تو بڑا سیدھا سادہ آدمی ہے۔ اسے بچپن ہی سے صحافی بننے کا اس قدر شوق تھا کہ امتحان میں سب سے پہلے وہ سوال حل کرتا جس میں ہوتا کہ فلاں کی تعریف کرو۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق (یاد رہے مصدقہ اس کی مونث نہیں) ہر وقت ہوٹل ہلٹن میں رہتا ہے صرف اس وقت باہر آتا جب کھانا کھانا ہو۔ قمیض کی جیبیں اتنی بڑی کہ پیٹ بھرا ہوا ہو تو پھر بھی کھانے کی تقریبات میں شرکت کر سکتا ہے۔ دکھاوے کا بالکل قائل نہیں۔ اپنے آپ کو اس قدر چھپا کر رکھتا ہے کہ کیا مجال گفتگو اور حرکات سے پتہ چلنے دے کہ وہ پڑھا لکھا ہے۔ ہمارے ہاں صحافیوں کو اگر کچھ آتا ہے تو وہ صرف غصہ ہے۔ اسے یہ بھی نہیں آتا۔ ہنستا ہوا لگتا ہے پنجابی فلم کی ڈبنگ کرا رہا ہے یا کسی نے بے خیالی میں سکوٹر کو کک دے ماری ہے۔ آواز ایسی کہ ٹیلیفون کر رہا ہو تو دوسرا کہتا ہے یا ٹیلیفون بند کر دو تمہاری آواز پہنچ رہی ہے۔

اس نے لطیفوں کی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ میرا دوست "ف" کہتا ہے' یہ اس کا بڑا حوصلہ ہے کیونکہ اپنے بارے میں سچ لکھنا بڑا مشکل کام ہے۔ لکھتے وقت وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتا یہاں تک کہ اپنا لحاظ بھی نہیں کرتا کہ لوگ کیا کہیں گے کیا لکھا ہے! خود اعتمادی اس قدر کہ ہر موضوع پر غلط رائے دے سکتا ہے۔ "آرٹس نامہ" لکھتا ہے جو اکثر مارشل آرٹس نامہ ہوتا ہے۔ ٹی وی پروگراموں پر تبصرے بھی لکھتا ہے بلکہ تبصرے ہی لکھتا ہے۔ ٹی وی والے اس کے اس قدر خلاف ہیں کہ ان کا بس چلے تو اسے دوبارہ وہی پروگرام دکھائیں۔

سارا دن دوسروں کو حال یوں پوچھتا پھرتا ہے جیسے عیادت کر رہا ہو۔ دن میں دس بار

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اس سے ملو تو وہ ہر بار یوں ملے گا جیسے برسوں بعد مل رہا ہے اور برسوں بعد یوں ملے گا جیسے روز ملتا آ رہا ہے۔ ہر کسی کو برابری کی سطح پر ملتا ہے' یہاں تک کہ مانگنے والوں کو بھی برابری کی سطح پر ملتا ہے۔ اندر بیٹھا کسی سے گفتگو کر رہا ہو تو باہر والے سمجھتے ہیں اندر جلسہ ہو رہا ہے۔ سنجیدہ بات کرے تو لگتا ہے جھوٹ بول رہا ہے۔ کوئی بات اچھی لگے تو قہقہہ لگاتا ہے' اگر کوئی بات بری لگے تو پھر بھی قہقہہ لگاتا ہے۔ اسی لیے کبھی پتہ نہیں چلا کون سی بات اسے اچھی لگی کون سے بری۔

وہ ایک کثیر القلت پرچہ بھی نکالتا ہے جس کا مدیر' رائٹر' پروف ریڈر' ہاکر یہاں تک کہ اس کا دفتر بھی وہ خود ہی ہے۔ اس پرچے پر زیادہ سے زیادہ پرچہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ کہتا ہے میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ صحیح کہتا ہے پرچوں میں بھرا بریف کیس اٹھا اٹھا کر اس کے ہاتھ لمبے ہو گئے ہیں۔

خوش مذاق ہے یعنی خود ہی مذاق کرتا ہے اور خود ہی خوش ہوتا ہے۔ باتیں کرتے وقت ہاتھ ملتا رہتا ہے اور ہاتھ ملنے کی رفتار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لڑکی سے باتیں کر رہا ہے یا لڑکے سے۔

لڑکیوں کو یوں دیکھتا ہے جیسے آنکھوں سے ان کا ایکسرے کر رہا ہو۔ لڑکی دیکھتے ہی اس کا دل بے عزت ہونے کو چاہنے لگتا ہے اگر وہ کسی لڑکی کو آواز دے اور وہ نہ آئے تو سمجھ لیں لڑکی نے اس کی آواز سن لی ہے۔ شادی شدہ عورتوں کے ساتھ یوں Behave کرتا ہے جیسے کسی مس کے ساتھ کرتا ہے یعنی مس بی ہیو کرتا ہے۔ آج تک میں نے ایسی عورت نہیں دیکھی جسے وہ ناپسند کر سکے۔ جیسے ڈاکٹروں کو تندرست آدمی اچھے نہیں لگتے صحافیوں کو نارمل حالات اچھے نہیں لگتے لیکن اسے دوسروں کو نارمل دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ چلو دوسرے تو نارمل ہیں۔

اس کا سکوٹر اس کا ہم راز و ہم آواز ہے۔ سکوٹر ساتھ نہ ہو تو لگتا ہے گھر سے ننگا ہی نکل آیا اور اگر وہ راستے میں خراب نہ ہو تو گھبرا کر دیکھنے لگتا ہے کہیں یہ کسی اور کا تو نہیں۔ اس پر یوں بیٹھتا ہے جیسے گھوڑے پر بیٹھا ہو' اسے بریکوں کی بجائے

پاؤں سے روکتا ہے۔ اسی لیے اگر کہے کہ وہ بریکیں ٹھیک کرانے جا رہا ہے تو سمجھ لیں جوتوں کو تلوے لگوانے جا رہا ہے۔

URDU4U.COM

اپنے سارے کام خود کرتا ہے یہاں تک کہ اپنی تعریف بھی خود ہی کرتا ہے۔ البتہ دوستوں کو سستی شہرت دیتا ہے جو انہیں مہنگی پڑتی ہے۔ زندگی یوں بتا رہا ہے جیسے کسی اور کی ہو۔ اپنے گھر اتنی مدت کے بعد جاتا ہے کہ گھر والے دروازہ کھول کر پوچھتے ہیں' جی! کس سے ملنا ہے؟ خوشحال ہے یعنی حال پر خوش ہے۔ کسی کا برا نہیں سوچتا۔ اگر کسی کا برا کرے تو یقین کر لیں سوچنے والا پیچھے کوئی اور ہے۔

کھیلوں میں اسے ہارنا سب سے اچھا لگتا ہے۔ میرے نزدیک ہارنے والا جیتنے والے سے کہیں زیادہ قابل احترام ہے کہ جیتنے والا دوسرے کو دکھ دیتا ہے جبکہ ہارنے والا دوسرے کو خوشیاں۔ یہ اس کی شخصیت کا وہ روشن پہلو ہے جس کی روشنی میں مجھے دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا۔ وہ کیرم کھیلتا ہے شطرنج اس لیے نہیں کھیلتا کہ اس میں سوچنا پڑتا ہے اور کیرم میں اس کی ساری کوشش مخالف کو جتانے کی ہوتی ہے کیونکہ وہ دوسروں کو خوش دیکھنا چاہتا ہے اپنی جیت پر خوش ہوتے تو میں نے ہر کسی کو دیکھا ہے اپنی ہار پر خوش ہوتے صرف اسی کو دیکھا ہے جو دوسرے کی خاطر ہار سکتا ہے اس سے اچھا دشمن کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ بڑے مقدر والے ہیں جن کا ایسا دشمن ہے۔

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اسے اپنے آپ سے ڈر لگتا ہے اسی لیے وہ دوسروں کے درمیان رہتا ہے مگر پھر بھی اکیلا ہے۔

○○○

وقت کا اس قدر پابند کہ تقریبات میں عین اس وقت پہنچے گا جب کھانا شروع ہونے لگے۔ دوران کھانا پلیٹ اور پیٹ کے درمیان کوئی آئے تو مجاہدانہ انداز میں اسے پرے کر دے گا۔ پلیٹ ہمیشہ ہاتھ میں رکھے گا۔ ایک بار اس نے میز پر رکھ دی تو تقریب کے شرکا پلیٹ کو ڈونگا سمجھ کر اس سے بوٹیاں لینے لگے۔ اکثر محبوب کے حسن کو تشبیہ بھی کھانے والی چیزوں سے دیتا ہے۔ جیسے اس کا لہجہ رس ملائی جیسا میٹھا ہے۔ یہی نہیں وہ تو محبوب کو دیکھتا بھی یوں ہے جیسے کھانے والی چیز کو دیکھ رہا ہو۔

خود کو گلوکار بھی کہتا ہے۔ اس کے جاننے والے اس کی غلو کاری سے بہت محظوظ ہوتے ہیں۔ خاص کرکے اس وقت جب وہ داد لینے کے لیے رکتا ہے۔ لفظوں کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جو لوگ اس کے ساتھ کرتے ہیں۔ لہجہ ایسا کہ پھول کہے تو لگتا ہے' فول کہہ رہا ہے۔ بولتا ہوا لگتا ہے لفظوں کے غرارے کر رہا ہے۔

پیدائشی ڈاکٹر ہے' یعنی ڈاکٹری کے بارے میں اس کا اتنا ہی علم ہے جتنا پیدائش کے وقت تھا۔ بچپن ہی سے اس کو بڑا بننے کی خواہش تھی۔ اب تو ماشاء اللہ بڑا ہو گیا ہے۔ پچاس سے اوپر کا ہے۔

ہر جگہ کو مسجد ہی سمجھتا ہے۔ یعنی اپنے جوتے سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں مسجد میں جوتے آگے رکھیں تو نماز نہیں ہوتی' پیچھے رکھیں تو جوتے نہیں ہوتے۔

محبت کے بارے میں ہمیشہ اس کا یہ نظریہ رہا کہ جس کے ساتھ عشق و محبت کرو اسی سے شادی کرو اور اس کی کبھی اپنے محبوب سے شادی نہ ہو سکی۔ جس کی شاید وجہ یہ ہو کہ اس کے محبوبوں کا بھی یہ نظریہ ہو۔ کہتا ہے کوشش کی جائے تو بندہ ہر لڑکی سے عشق کر سکتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے بشرطیکہ یہ کوشش لڑکی کی ہو۔ کو ایجوکیشن کو بھی کوہ مری کی طرح تفریحی مقام سمجھتا ہے۔

سائیکل چلاتے ہوئے ملکی مسائل پر سوچ بچار کرتا ہے۔ اور سائیکل کی رفتار سے پتہ چلتا ہے وہ کس تیزی سے سوچ بچار کر رہا ہے۔ ہر کام کا نتیجہ الٹ ہونے لگے اور حکومت ڈولتی نظر آئے تو اتر کر سائیکل کا ہینڈل سیدھا کر لیتا ہے۔ اور ملکی حالات نارمل ہو

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سے لکھا۔ اگر وہ یہی مشقت کرتا رہا تو وہ دن دور نہیں جب وہ مجاہد اردو سے شہید اردو ہو جائے گا۔

○○○

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- چار کا ٹولہ

چار کے ٹولے میں یہی بات مشترک ہے کہ سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان چاروں میں اس قدر اتفاق ہے کہ بس اتفاق ہی سے اکٹھے ہوتے ہیں۔ ان میں علی اکبر عباس' نذیر ناجی سے چھوٹا' علی اصغر عباس سے بڑا اور رضا سہیل سے بہت بڑا ہے۔ چاروں بھائیوں نے والد سے سوائے ذہانت کے کچھ نہیں لیا اور دیا بھی کچھ نہیں۔ سب نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام دکھایا۔ علی اکبر ایک بار الیکشن ہارا تو علی اصغر دو بار اور رضا سہیل مزید اور بار۔ ان میں نذیر ناجی کا تعلق بائیں بازو' علی اکبر کا دائیں بازو سے جبکہ علی اصغر عباس دائیں بائیں ہو جاتا ہے تاہم رضا سہیل کا تعلق بازوؤں سے نہیں بانہوں سے ہے۔

رضا سہیل نر بچہ ہے۔ علی اصغیر نرا بچہ ہے اور نذیر ناجی بوڑھا بچہ ہے۔ جبکہ علی اکبر عباس کا ابھی پتہ نہیں چلا وہ بچہ ہے' جوان ہے یا بوڑھا۔ وہ ہر عمر کے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ جس عمر کے لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ انہی کی عمر کا لگتا ہے۔ علی اکبر کا پیٹ عمر اور سائز میں علی اصغر سے بڑا ہے جبکہ نذیر ناجی اور رضا سہیل پیٹ کے ہلکے ہیں۔

نذیر ناجی اس قدر مذہبی ہے کہ جو بھی غلام مصطفیٰ نظر آئے وہ کہیں کا بھی ہو اسی کے پیچھے چلنے لگتا ہے۔ اندر سے بھی ویسا ہی ہے۔ اس کا غصہ خالص ہوتا ہے یعنی بلا وجہ صرف اس وقت غصے میں نہیں ہوتا جب دوسرا غصہ میں ہو۔ جو اس کی عزت کرنا چاہیں اس سے ملنا بند کر دیتے ہیں اور جس سے یہ تعلق ختم کرنا چاہے اسے روز ملنے لگتا ہے۔

رفیق ڈوگر کی طرح لٹھ بردار صحافی ہے' مگر ڈوگر لٹھ قارئین کے سر میں مارتا ہے جبکہ یہ موضوع کے سر میں۔ منو بھائی شخصیات پر اچھے کالم لکھتا ہے۔ وہ آپ پر بھی اچھا

سکول میں ایک بار ٹیچر نے ہم سے پوچھا۔ "رابن ہڈ صرف امیروں کو ہی کیوں لوٹتا تھا؟" تو ہم نے کہا "غریبوں کے پاس ہوتا ہی کیا ہے جسے وہ لوٹتا۔" غریبوں کے قدرتی وسائل اور مسائل بچے ہی ہوتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں ڈبلیو ایچ او کے ایک عہدیدار نے ایک شخص سے پوچھا "آپ کی کوالیفکیشن کیا ہے؟" کہا "ایف ایس سی" بیٹے سے پوچھا' اس نے کہا "بی ایس سی" ماں سے پوچھا' اس نے کہا "ایم ایس سی" وہ خوش ہوا کہ یہاں خواندگی کی شرح اتنی ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس سے مراد تھا۔ فادر آف سیون چلڈرن' برادر آف سیون چلڈرن اور مدر آف سیون چلڈرن۔

سات بھائیوں والے ایک امریکی مزاح نگار کا واقعہ ہے' ایک صحافی نے کہا "وہ صاحب کہتے ہیں تو ان کا سگا بھائی ہے' تم کہتے ہو' تمہارا اس کا دور کا رشتہ ہے؟" کہا "ہاں دور کا رشتہ ہے کیونکہ یہ میرا ساتواں بھائی ہے۔"

قدرت اللہ شہاب مرحوم روم گئے تو ان کی کار ایک دوست ڈرائیو کر رہا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد دوست نے کہا "شہاب صاحب مبارک ہو' آپ بچ گئے۔" مزید ایک گھنٹے بعد اس نے پھر کہا "شہاب صاحب مبارک ہو' آپ پھر بچ گئے۔" شہاب صاحب نے وجہ پوچھی تو بولا "اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ یہاں ہر گھنٹے کے بعد ایک حادثہ ہوتا ہے۔" ہمارے ہاں بھی ہر گھنٹے کے بعد جو حادثہ ہوتا ہے' وہ ایک ناخواندہ فرد کا اضافہ ہے۔

محتاط اندازے کے مطابق سو سال بعد اتنی آبادی ہو جائے گی کہ ایک چارپائی پر سو سو آدمی سوئیں گے۔ اگرچہ ہمیں یہ غیر محتاط تخمینہ ہی لگتا ہے جیسے ایک ڈرائیور نے ایکسیڈنٹ کیا۔ اسے عدالت نے کہا "تم غیر محتاط ہو تمہیں ضرور سزا ملنی چاہیے۔" اس نے کہا "میں بڑا محتاط بندہ ہوں مجھ پر رحم کریں میرے سات چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ------" تو عدالت نے کہا "اس کے باوجود کہتے ہو کہ میں محتاط بندہ ہوں۔"

ہر روز دس ہزار پاکستانی بالغ ہو کر بے روزگار ہو رہے ہیں۔ جس تیزی سے لوگ بالغ ہو رہے ہیں۔ اس سے تو لگتا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں سیاستدان' ادیب اور دانشور بھی بالغ ہو جائیں گے۔ ویسے ہم نے اپنی زندگی میں نابالغوں کا سب سے بڑا اجتماع

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ان فلموں پر دیکھا جن پر لکھا تھا "صرف بالغوں کے لئے" کیونکہ اسمبلی اور مشاعروں میں ہم کبھی گئے نہیں۔

لیکن فائن کرکے ناخواندگی ختم کرنے کا جو طریقہ استعمال کیا گیا ہے' وہ ایسے ہی ہے جیسے اخبار میں یہ اشتہار چھپا تھا' کیا آپ ان پڑھ ہیں؟ آپ کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا؟ اگر ایسا ہے تو آپ ہمیں درج ذیل پتہ پر خط لکھیں' ہم آپ کی مدد کریں گے۔"

URDU4U.COM

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- جانوروں کا ادب

ہمارے ہاں تو بچوں کا ادب نہیں' جانوروں کا ادب کیا ہونا ہے لیکن ایک نقاد کے بقول "کون کہتا ہے اردو میں بچوں کا ادب نہیں لکھا گیا' جتنا بچگانہ ادب ہمارے ہاں لکھا گیا ہے شاید کسی زبان میں لکھا گیا ہو۔" ویسے عورتوں کے ادب سے مراد اگر یہ ہے کہ عورتوں کا لکھا ہوا ادب تو اس حساب سے بچوں کے ادب سے مراد بچوں کا لکھا ہوا ادب ہوا۔ اس لحاظ سے تو ہمارا بیشتر ادب بچوں کا ادب ہی قرار پائے گا۔ ازبکستان کے دانشور ڈاکٹر تاش مرزا صاحب کی اردو دان کی بیٹی نگار مرزائف نے ہمیں بتایا تھا کہ روسی زبان میں باشنی ایک صنف سخن ہے جسے جانوروں کا ادب کہہ سکتے ہیں۔ اس میں جانور بولتے ہیں' واقعی جہاں انسانوں کو بولنے کی آزادی نہ ہو وہاں جانور ہی بولتے ہیں۔ فرانسیسی اداکارہ برشی بارودت جو جانوروں سے اتنی محبت کرتی ہے کہ اس کے خاوند نے صرف اس لئے طلاق لے لی تھی کہ یہ مجھ سے ان جتنی محبت کیوں نہیں کرتی؟ اس پر "برشی" نے کہا ہے جو جانوروں کا ادب نہیں کرتا' وہ جانور ہے۔

صاحب! جانور اور بچے والدین کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ انہیں غصے پر قابو پانا سکھاتے ہیں۔ بچے ہمارے ہاں زیادہ اہم ہیں کیونکہ ان کے ہوتے ہوئے ماں باپ خود کو بوڑھا اور دادا دادی خود کو "ینگ" سمجھنے لگتے ہیں۔ پالتو جانوروں میں جو سب سے اہم ہیں' وہ گائے' کتا' بلی اور مچھر ہیں۔ آخر الذکر کو پالنے کے لئے تو ہمارے ہاں الگ سے محکمہ ہے جسے بلدیہ کہتے ہیں۔ ابن انشاء نے لکھا ہے' وہ پالتو جانور جو سب سے زیادہ اپنی مادہ کی خدمت اور دیکھ بھال کرتا ہے' اسے خاوند کہتے ہیں۔ ہمارے خیال میں تو جانور دو طرح کے ہوتے ہیں' پالتو جانور اور فالتو جانور۔ انسان کتے کا بہترین ساتھی ہے۔ انسان کتے کو دوست اس لئے رکھتا ہے کہ یہ زبان نہیں ہلاتا' دم ہلاتا ہے۔ الیگزینڈر پوپ نے ایک خط میں لکھا تھا کہ تاریخ جتنی کتوں کی وفا کی مثالوں سے

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- خاوند اعلیٰ

ہسبنڈ آف دی ائیر کا ایوارڈ اس خاوند کو ملنا چاہیے جو اس سال سب سے زیادہ آف رہا ہو۔ کچھ لوگوں کے خیال میں آصف زرداری یا وزیراعظم تانسو چلر کا خاوند اس ایوارڈ کے حقدار بلکہ مستحق تھے مگر امریکی ہر کام میں آگے میں وہاں ہوٹل اس سال والا ہوتا ہے مگر اس کا کرایہ اگلے سال والا ہوتا ہے بلکہ وہ اتنا آگے ہیں کہ پہلے وہاں کے ہوٹلوں میں ملازمت لینے کے لئے پانچ زبانوں کا جاننا ضروری تھا' اب تو وہاں کمرہ لینے کے لئے پانچ زبانیں جاننا ضروری ہے۔ ہمیں یہ توقع نہ تھی کہ ہسبنڈ آف دی ائیر کا ایوارڈ بھی امریکی لے جائیں گے کیونکہ ان کے ہاں تو ویسے بھی پچھلے سال کے خاوندوں کا ذکر نہیں ہوتا وہ تو آگے کا سوچتے ہیں۔ لیکن ۱۹۹۳ء کے ہسبنڈ آف دی ائیر کا ایوارڈ سی آئی اے کے مطابق سربراہ اور سابق امریکی صدر بش نے حاصل کیا ہے۔ ہو سکتا ہے انہیں یہ انعام اس لئے ملا ہو کہ وہ مسلسل کئی سالوں سے خاوند ہیں۔ کیونکہ وہاں تو یہ حال ہے کہ ایک اداکارہ نے شادی کی سلور جوبلی منائی تو کسی نے کہا کیا ان کی شادی کو پچیس سال ہو گئے؟ کہا "نہیں' یہ ان کی پچیسویں شادی ہے۔" مگر باربرا بش جو دیکھنے میں ہمیں بار بار بش لگتی ہیں اس نے کہا کہ بش کو یہ ایوارڈ ملنا چاہیے تھا کیونکہ پورے ٹیکساس میں ان سے اچھے برتن کوئی نہیں دھوتا۔

امریکی صدر پہلے خاوند ہوتے ہیں' صدر بعد میں بنتے ہیں۔ اگرچہ وہاں زیادہ بیویاں چاہتی ہیں کہ ان کے خاوند ایک اسپیشلسٹ ڈاکٹر ہو' جو انجینئر اور بینک آفیسر بھی ہو۔ البتہ کچھ یہ چاہتی ہیں کہ صدر امریکہ ان کا خاوند ہو۔ چاہتی ہیں ان کا خاوند صدر امریکہ ہو۔ امریکہ میں آج بھی کسی سے پوچھو امریکہ کا صدر کون ہے؟ تو جواب ملے گا ہیلری کا خاوند۔ صدر بش جو اپنے دور اقتدار میں پروٹوکول کا اس قدر خیال رکھتے کہ ایک

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- تن خواہ

ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے جیسے رانگ نمبر میں یہ خوبی ہے کہ یہ کبھی بزی نہیں ملتا۔ فلموں میں ہیروئینوں کے موٹے ہونے کا یہ فائدہ ہے کہ کمزور نظر والے حضرات بھی فلم دیکھ سکتے ہیں۔ ایسے ہی پولیس والوں کی بڑھتی توندوں میں یہ خوبی تو ہے کہ چلو پولیس والے جو کھاتے ہیں وہ ان کے سامنے تو ہوتا ہے۔ یوں بھی وہ زبان ہی کیا جو منہ سے باہر نہ آئی اور وہ پیٹ کیا جو پیٹی میں آ گیا۔ ہمارے ہاں اتنے موٹے پولیس والے نہیں ہوتے جتنے پولیس والے موٹے ہوتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر یہ نہیں لگتا کہ ان کو بھی پیٹ لگا ہوا ہے بلکہ یہی لگتا ہے کہ پیٹ کو لگے ہوئے ہیں لیکن حکومت نے ان پیٹوں کو ناجائزات تجاوزات قرار دے کر نوٹیفکیشن جاری کیا ہے۔ اگر ۲۸ فروری تک پولیس افسروں نے توندیں کم نہ کیں تو پھر ان کی تنخواہ سے جرمانہ کٹنا شروع ہو جائے گا۔ گویا تنخواہ بھی تن خواہ نہیں رہے گی۔ لگتا ہے حکومت ایسی پولیس چاہتی ہے جو پیٹ کی ہلکی ہو ورنہ اگر وزن کم کرانا مقصود ہوتا تو یہ کونسا مشکل تھا۔ پولیس والے تو نہا لیں تو ان کا آدھ پاؤنڈ وزن کم ہو جاتا ہے۔

موٹے کبھی ناامید نہیں لگتے ہمیشہ امید سے لگتے ہیں۔ سارے پولیس والے موٹے نہیں ہوتے کچھ بہت موٹے بھی ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں جو مولوی اور تھانیدار موٹا نہ ہو سمجھ لیں اسے اپنے پیشے میں دلچسپی نہیں۔ ہم موٹوں کو شک کی نظر سے نہیں دیکھتے کیونکہ ہمیں جو شخص مشکوک لگتا ہے وہ بعد میں پولیس والا نکل آتا ہے اور خود پولیس والے تو اپنے گھر والوں کو تب تک غور سے نہیں دیکھتے جب تک انہیں ان پر شک نہ ہو۔ کہتے ہیں یورپ میں کسی ہوٹل کے کمرے کے دروازے سے باہر آپ جوتے چھوڑ جائیں تو صبح آپ دیکھیں گے وہ صاف اور چمک رہے ہیں۔ ہمارے ہاں جوتے باہر چھوڑ جائیں

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بھر کے پورے شہر میں گھمایا جاتا ہے تا کہ وہ دیکھ سکیں کہ آزاد لوگ کتنے خوش ہیں۔ ہمارے ہاں ۔ بھی بسوں میں بھر کر پورے شہر میں گھمایا جاتا ہے مگر پولیس والوں کو۔

URDU4U .COM

کچھ پولیس والوں نے گھڑ سواری سے پیٹ کم کرنے کی کوششیں کی ہیں جن سے پیٹ کم ہونا شروع ہوا ہے۔ مگر گھوڑے کا۔ پولیس والے دو تین بار سلمنگ سنٹر چلے جائیں تو کئی پونڈ وزن کم ہو جاتا ہے۔ جی ہاں سلمنگ سنٹر کے مالک کا۔ موٹاپا ایک بیماری ہے جس میں تھانیدار مبتلا نہیں ہوتے بلکہ بیماری ان میں مبتلا ہوتی ہے۔ ہمارے ایک ڈائریکٹ حوالدار دوست کہتے ہیں رزق حلال کھانے سے پیٹ نہیں بڑھتا حالانکہ کہنا تو یہ چاہیے تھا کہ رزق حلال کھانے سے پیٹ نہیں بھرتا۔ ہمارے یہ دوست کہتے ہیں میں ہمیشہ رزق حلال کھاتا ہوں مگر کبھی کبھی اپنے گھر سے بھی کھانا منگوا لیتا ہوں۔ وہ کھانا کھا کر اٹھیں تو کبھی یہ نہیں کہتے "بس پیٹ گھر گیا" یہی کہیں گے "بس اب میں تھک گیا۔" ویسے پولیس والوں کو پیٹ کم کرنے کا ایک نسخہ ہم بھی بتا دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب بھی مرغن کھانا کھائیں بل اپنی جیب سے دیں۔

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- قرض ہسنا

بینک سے قرض لینے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں۔ جہاں تک بینک کو قرض لوٹانے کی بات ہے تو بینک قرض دینے کے لئے ہوتے ہیں لینے کے لئے نہیں۔ ایک بڑے بینک آفیسر کے بقول تو قرض حسنہ اب قرض ہسنا بن گیا ہے کیونکہ جب بھی کسی بڑے مقروض کو قرض واپس کرنے کے لئے کہا جائے تو وہ جواب میں ہنسنے لگتا ہے لیکن پنجاب پراونشل کوپرایٹو بینک کے جنرل مینجر صاحب نے مقروضان سے قرض واپس لینے کا جدید طریقہ نکالا ہے۔ انہوں نے اخبار میں اشتہار دیا جس کی سرخ تھی۔

"نا دہند مقروضان کے لئے خوشخبری"

اگرچہ بینک کی ساری خوشخبریاں ایسے ہی لوگوں کے لئے ہوتی ہیں لیکن یہ خوشخبری یوں ہے کہ پچاس ہزار تک کی مالیت کے انفرادی قرضہ جات لوٹانے والوں کو سود مارک اپ کلھم معاف' جب کہ ایک لاکھ پر پچاس فیصد معافی۔ صاحب یہ اشتہارات کا دور ہے پولیس والے مجرموں کی گرفتاری کے لئے چھاپے کی بجائے چھاپے خانے جا کر اشتہار چھپواتے ہیں جن میں پکڑوانے والے کے لئے اتنے بڑے انعام ہوتے ہیں کہ اگر ہم مجرم ہوتے تو ہم فوراً خود کو پکڑ کر ان کے حوالے کر دیتے۔ ہمارے ایک شاعر دوست کی کتاب کا دوسرا ایڈیشن چھپا تو ایک ستم ظریف نے یہ خوشخبری دی کہ جو اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی ایک کتاب خریدے گا اسے پہلے ایڈیشن کی دو کتابیں مفت دی جائیں گی۔ اگرچہ کچھ لوگ یہ پوچھتے ملتے کہ یہ خوشخبری ہے یا دھمکی۔ ایک ڈاکٹر نے ایسا اعلان کیا کہ جو میرے ہسپتال سے اپنے پتے اور گردے کا آپریشن کروائے گا اس کا اپنڈکس کا آپریشن مفت کیا جائے گا۔ ہر کسی کا پبلسٹی کا اپنا انداز ہوتا ہے۔ امریکہ میں ایک عینک ساز کی دکان پر یہ اشتہار لگا تھا "اگر آپ نہیں دیکھ سکتے کہ آپ

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- فقیر اعلیٰ

ہمیں اتنا تو پتہ تھا کہ جے سالک صاحب کا حافظہ بہت برا ہے۔ آپ کہیں گے' کیا انہیں کچھ یاد نہیں رہتا؟ جی نہیں' انہیں سب کچھ یاد رہتا ہے مگر ہمیں یہ پتہ نہ تھا کہ ایک دن وہ یہ کہیں گے کہ مجھے یاد نہیں رہتا کہ میں وزیر ہوں۔ حالانکہ ہمارے سیاستدانوں کو یہ یاد نہیں رہتا کہ وہ وزیر نہیں ہیں۔ جیسے جو اچھا کالم نگار ہوتا ہے' وہ جونہی اپنا کالم ختم کرتا ہے اس کے ذہن میں اچھے اچھے خیالات آنے لگتے ہیں۔ ایسے ہی اچھا سیاستدان وہ ہوتا ہے جو جونہی اپنی بات ختم کرتا ہے' اسے بھول چکا ہوتا ہے کہ اس نے کیا بات کی ہے۔ ویسے بھی بندے کو گزری باتیں یاد آنے لگیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا حافظہ بہت اچھا ہے بلکہ یہ کہ وہ بوڑھا ہو رہا ہے۔

ہمارے ہاں سب سے غیر حاضر دماغ پروفیسر ہوتے ہیں کیونکہ پروفیسری وہ کام ہے جو دماغ حاضر ہو تو نہیں ہو سکتا۔ سٹیفن لی کاک جن کے نام کا ڈاکٹر شفیق الرحمٰن نے "سٹیفن صاحب کا مرغا" ترجمہ کیا تھا۔ ۱۹۵۴ء میں انہوں نے یہ بات تھامس کوسٹن کو بتائی کہ شکاگو کے ایک پروفیسر نے مجھے خط لکھا ہے کہ وہ غیر حاضر دماغ پروفیسروں کے بارے میں ایک کتاب لکھنا چاہ رہے ہیں۔ مواد بھیجنے میں مدد کریں اور موصوف خط میں اپنا نام و پتہ لکھنا بھول گئے ہیں۔ جے کے چسٹرٹن بازار میں چلتے چلتے اپنے دفتر کا راستہ بھول جاتے' پھر وہ کسی نیوز اسٹال پر رک کر اپنا ہی ہفت روزہ "جے کیز" خریدتے' اس میں سے پتہ دیکھ کر واپس پہنچتے۔ ہمارے کئی ادیب شاعر بھی راستہ بھول کر کبھی کبھی اپنے ہی گھر جا نکلتے ہیں۔ کہتے ہیں دنیا میں فرانس کے وزیراعظم پال سب سے غیر حاضر دماغ تھے۔ دفتر سے واپسی پر ٹیکسی پر گھر چلے جاتے حالانکہ ان کی سرکاری کار ان کا انتظار کر رہی ہوتی۔ ایک بار گھر میں کسی دوست کا انتظار کر رہے تھے' وقت

کچھ زیادہ ہو گیا' انہیں ایک اور کام یاد آ گیا۔ چنانچہ انہوں نے چٹ لکھ کر دروازے کی کنڈی میں پھنسا دی جس پر لکھا تھا "پال پندرہ منٹ بعد واپس آئے گا۔" جب وہ ضروری کام سے فارغ ہو کر آئے تو اپنی ہی چٹ پڑھ کر سیڑھیوں میں اکڑوں بیٹھ کر اپنے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

یہ بات کہ میں اپنا وزیر ہونا بھول جاتا ہوں' کوئی اور وزیر کہتا تو ہم کوئی اور مطلب لیتے۔ ویسے بھی منتر اوٹ پٹانگ کلمات پڑھنے کو کہتے ہیں اور بھارت جو مسلسل ایسے کلمات کہے' اسے منتری جی یعنی وزیر کہتے ہیں لیکن ہم جے سالک کی جی اور لک کو ہی نہیں' جے سالک کو بھی جانتے ہیں۔ یہی نہیں پسند بھی کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ لوگ مزاح نگار کی پسند کا ذکر بھی یوں سنتے ہیں جیسے لطیفہ سن رہے ہوں۔ ہر دور میں کئی لطیفے مشہور ہوتے ہیں۔ نواز شریف دور میں شیخ رشید ------ اور فقیر اعلیٰ جے سالک بے نظیر حکومت نے فقیر اعلیٰ "بال برداری" کے لئے رکھا ہوا۔ دوسرے محکموں کے وزیر اپنے محکمے کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے ہیں' یہ اپنے محکمہ سے متعلقہ پیداوار کو کم کرنے کے لئے رکھے گئے ہیں لیکن محکمہ منصوبہ بندی کا یہ مسئلہ ہے کہ جو لوگ مانتے ہیں زیادہ بچے پیدا کرنے سے "مسائل اور سائل" بڑھتے ہیں' یہ وہ ہوتے ہیں جن کے ہاں زیادہ بچے پہلے ہی پیدا ہو چکے ہوتے ہیں۔ بچے آج اتنا بڑا Issue ہیں کہ جن کے ہاں بچے نہ ہوں' انہیں Issue-Less کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں یونان کی ریاست السپالرٹ میں ایک شخص کی سرکاری ڈیوٹی یہ تھی کہ ہر روز بے انتہا شراب پی کر شہر کے گلی کوچوں میں نکل جائے اور سارا دن دھکے کھاتا پھرے تا کہ نوجوان اسے دیکھ کر عبرت پکڑیں کہ شراب کتنی بری چیز ہے۔ حکومت کا نعرہ ہے' دو بچے خوشحال گھرانہ' بچے زیادہ ہوں گے تو آپ خوشحال نہیں ہوں گے۔ خوشحال نہیں ہوں گے تو آپ کے ساتھ کیا ہو گا' یہ بتانے کے لئے جے سالک کو وزیر بنا دیا گیا ہے۔ ویسے بھی آج کے دور میں تو خوشحال خٹک نہیں پریشان خٹک پیدا ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں بھول جانا ایک بیماری ہے لیکن اس کے علاج کے لئے مریض سے زیادہ ڈاکٹر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کو احتیاط کرنا پڑتی ہے۔ ایسے مریضوں سے ڈاکٹر یہ احتیاط برتتے ہیں کہ ان سے فیس ایڈوانس لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اگر آپ کو بھولنے کی بیماری ہے تو آپ گھر جائیں اور بھول جائیں کہ آپ کو کوئی بیماری ہے۔ ہمارے ہاں تو جو بندہ ایک بار وزیر بن جائے پھر ساری عمر سونے کے بعد اور اٹھنے سے پہلے وزیر ہی رہتا ہے۔ وزیر کو تو ایشیا میں اور ہی مخلوق سمجھا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں بھارت کے صوبہ بہار میں شادی کی ایک تقریب میں دولہے نے کہا' ایک بندہ اور میری گاڑی میں بیٹھ جائے۔ دولہے کے عزیز منتری جی گاڑی میں سوار ہو گئے تو ایک صحافی بھی اندر آنے لگا تو دولہے نے کہا' میں نے تو کہا تھا صرف ایک بندے کی جگہ ہے تو صحافی نے کہا' اسی لئے تو میں آ رہا ہوں کیونکہ یہ تو منتری جی ہیں۔ سالک صاحب کی یہ بات سن کر کہ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ وزیر ہیں' ہم بھول گئے ہیں کہ ہم وزیر نہیں ہیں۔ ویسے ان کے لئے ہمارا ایک غیر طبی مشورہ ہے جب واجد علی شاہ میٹا برج میں نظر بند تھے تو نماز پڑھتے وقت رکعتیں

بھول جاتے تھے۔ کہتے ہیں اس کا یہ حل نکالا گیا کہ ایک ملازم ہر رکعت کے بعد ایک بادام جاء نماز کے حاشیے پر رکھ دیتا۔ تاجدار سجدے کے بعد کنکھیوں سے بادام گن کر فیصلہ کرتے کہ خدا کے حضور رکوع و سجود کرنا ہے یا آرام سے التحیات پڑھنی ہے۔ سو سالک صاحب ایک ملازم رکھ لیں جونہی یہ عام انسانوں والی بات کریں وہ انہیں فوراً یاد دلا دے کہ آپ تو وزیر ہیں۔

○○○

- فلم جمہوری بادشاہ

جب سے محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ ہم کسی کو سلطان راہی نہیں بننے دیں گے' سلطان راہی کے علاوہ ہر اداکار سہما سہما لگتا ہے کیونکہ ہر چھوٹا اداکار اسی امید پر زندہ تھا کہ ایک دن وہ بھی سلطان راہی بنے گا' صرف وہی ناامید تھے جو ذرا سوہنے تھے۔ ہمارے ہاں تو فلمی ہیروئنیں تک سلطان راہی بننے کی کوشش میں رہتی ہیں۔ جب وہ بندوق پکڑ کر ڈائیلاگ بولتی ہیں تو ان میں سلطان راہی میں صرف مونچھ برابر فرق رہ جاتا ہے۔ ہمارا ایک جاننے والا زن مرید اداکار تو بہت ہی خوفزدہ ہے۔ خوف رو تو پہلے ہی تھا' وہ دن رات سلطان راہی بننے کے خواب دیکھتا رہتا۔ اس لئے وہ دن رات سویا رہتا تا کہ وہ یہ خواب مسلسل دیکھتا رہے۔ اگرچہ اس کی شکل ایسی ہے کہ وہ اور کچھ بن بھی نہیں سکتا۔ اس کے شناختی کارڈ پر شناختی نشان ہے "جسم پر منہ کا نشان" ------ خاندان ایسا کہ اس کے خاندان میں مقابلہ حسن ہوا تو کوئی نہ جیت سکا۔ پہلے اسے ڈر سے نیند نہ آتی کہ وہ سلطان راہی نہ بن سکے گا لیکن محترمہ بے نظیر بھٹو کے بیان کے بعد وہ اس ڈر سے نہیں سو سکتا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو اسے سلطان راہی نہیں بننے دیں گی۔

سلطان راہی کے بغیر ہماری فلم ایسے ہی ہے جیسے سر درد بغیر سر کے۔ اسے دیکھو تو سب سے پہلے اس کے چہرے پر جو نظر آتا ہے' وہ غصہ ہی ہوتا ہے۔ پھر جھریاں اور جھر جھریاں۔ ذہانت اور شکل بچوں کو والدین کی طرف وراثت میں ملتی ہیں اور فلمیں سلطان راہی کی اولاد ہیں۔ ان کی ڈائیلاگ ڈلیوری ایسی ہے کہ ایسی ڈلیوری کوئی ڈاکٹر بھی نہیں کر سکتی۔ ایک بار ایک بچے نے بیس سر درد کی گولیاں کھا لیں۔ اس کی ماں اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئی' ڈاکٹر نے کہا پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ سلطان راہی کی دو فلمیں دکھائیں' افاقہ ہو گا۔ اگرچہ ڈاکٹروں کی فیس کے بعد افاقہ بھی آ ... فاقہ ہی ہوتا

ہے۔ جس فلمساز نے سلطان راہی صاحب سے ڈیٹ لینا ہو' وہ اسی مسجد میں نماز پڑھنے لگتا ہے جہاں سلطان راہی صاحب پڑھتے ہیں۔ یوں نمازیوں کی تعداد سے پتہ چلتا ہے۔ سلطان راہی صاحب کے پاس کتنی فلمیں ہیں اور سلطان راہی ہمیشہ یہی دعا مانگتے ہیں اللہ کے گھر نمازیوں سے بھرے رہیں۔ گھوڑے پر بیٹھ بیٹھ کر فیصلے کرنے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ کرسی پر بیٹھ کر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ وہ جب اسٹوڈیو میں داخل ہوتے ہیں تو سٹوڈیو کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ تو ہمارے پاس کھڑے ہو جائیں تو ہماری خوبصورتی میں اضافہ ہو جائے۔ جیسے ایک فرانسیسی گائیڈ سیاحوں کو فرانس کے سرحدی علاقے کی سیر کرا رہا تھا اور بتا رہا تھا یہاں انگریز توپ خانہ ہارا' یہاں انگریز گھڑ سوار ہارے' یہاں پیادہ انگریز فوج ہاری۔ سیاح نے پوچھا' انگریز کوئی لڑائی جیتا بھی؟ گائیڈ نے مضبوط لہجے میں کہا "جب تک میں گائیڈ ہوں' انگریز کوئی لڑائی نہیں جیت سکتا۔ سو جب تک سلطان راہی نے' کوئی فلم کا راہی سلطان نہیں ہو سکتا۔ وہ کسرتی بدن ہیرو ہے جو "کثرتی" بدن ہیروئین کے ساتھ فلم میں یوں آتا ہے کہ دونوں کی وجہ سے ایک دوسرے کو نظر نہیں لگتی۔ ان کے سر میں اداکار بننے کا جنون تھا اب اداکار بن گئے ہیں۔ ہم نے ان کے ایک قریبی دوست سے پوچھا "اب ان کے سر میں کیا ہے؟" کہا "اب ان کے سر میں کچھ نہیں ہے۔" اداکاری ان کے خون میں شامل ہے اور خون ان کی اداکاری میں شامل ہے۔ جیسے اوپیرا وہ جگہ ہے جہاں بندے کو چھری ماری جائے تو خون کی بجائے اس کے منہ سے گیت نکلتا ہے۔ ایسے ہی ہماری فلم میں سلطان راہی گولی کھانے کے بعد یوں مسکراتا ہے جیسے اس نے سر درد کی گولی کھائی ہے۔ وہ لفظ "ڈر" کا مطلب نہیں جانتا' اگرچہ اسے تو اور لفظوں کے مطلب بھی نہیں آتے۔ بہرحال بارش میں نہاتی غسیلی ہیروئین اور پان و خون میں نہاتے غصیلے ہیرو کے چلانے سے فلم چلانے کے قابل ہوتی ہے۔ ہم نے پہلی بار ان کی فلم دیکھی تو شرمندگی ہوئی کیونکہ ہمیں کہانی کی سمجھ نہ آئی تھی۔ سلطان راہی تو سیاست دان بن نہیں سکتے کیونکہ انہیں کھل کر اداکاری کرنے کی عادت ہے البتہ جیسی پرفارمنس اور بڑھکیں سیاستدانوں

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- دیواریہ

دیواروں پر کالم لکھتے ہوئے ہمیں ڈر بھی لگ رہا ہے کیونکہ حکومت نے دیواروں پر لکھنے پر پابندی جو لگا رکھی ہے۔ ہم سمجھتے تھے وال چاکنگ پر پابندی اس لئے لگائی گئی ہے کہ سیاستدانوں کو نوشتہ دیوار نہ پڑھنا پڑے' پر اب حکومت کے بیان سے یہ پتہ چلا ہے کہ یہ سب پیسے کی سیاست ختم کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ واقعی اس کے ساتھ ہی ملک سے پیسے کی سیاست ختم ہو گئی' روپے کی شروع ہو گئی۔ دولت سیاستدانوں کی زبان ہوتی ہے البتہ جب وہ دولت کی صحیح ہاتھ میں جاتی ہے تو بولنا بند کر دیتی ہے۔ لیکن سیاستدان تو بہرہ' اندھا' لنگڑا لولا ہو سکتا ہے مگر گونگا نہیں۔ ہیری ٹرومین ایک دفعہ طالب علموں سے سیاست کے موضوع پر بات کر رہے تھے' ایک طالب علم سے پوچھا "میں سیاست میں کیسے آ سکتا ہوں؟ تو امریکی صدر ہیری ٹرومین بولے "آپ تو پہلے ہی سیاست میں ہیں' آپ جو کچھ خرچ کرتے ہیں یہ خود آپ کمایا تو نہیں ہوتا یا کہو' ہوتا ہے؟"

ویسے پتہ نہیں پیسے کی سیاست ختم کرنے پر کتنے پیسے لگے لیکن یہ انہوں نے بڑا بر وقت کیا جیسے ہمارے ایک دوست جو کل کا کام بھی آج کرتے ہیں' بیٹے کو پیٹ رہے تھے۔ بیوی نے کہا "اس نے کیا کیا ہے؟" بولے "میں ایک ہفتے کے لئے باہر جا رہا ہوں اور کل اس کے امتحان کا نتیجہ نکلنا ہے اور میں انتظار نہیں کر سکتا۔"

جیسے عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں۔ نمبر1 ذہین عورتیں' نمبر2 حسین عورتیں' نمبر3 اکثر عورتیں۔ ایسے ہی رہنما تین قسم کے ہوتے ہیں۔ بیوپاری رہنما' ہر باری رہنما اور دیواری رہنما۔ دیواری رہنماؤں کے اقوال زریں دیواروں پر چنے ہوتے ہیں۔ ایسے اقوال کہ پڑھ کر ان رہنماؤں کو وہیں چننے کو دل چاہتا ہے۔ اپوزیشن اشتہار اور حکومت اپوزیشن کو دیوار سے لگاتی ہی رہتی ہے۔ دیواروں پر پیچیدہ اور پوشیدہ رہنماؤں اور بیماریوں کے بارے

میں تفصیلات اکثر یوں لکھی ہوتی ہیں کہ کچھ پتہ نہیں چلتا' کونسی تفصیل کس کی ہے۔ کہتے ہیں تاریخ کا مطالعہ بندے کو خودکشی سے روکتا ہے جبکہ دیوار کا مطالعہ بندے کو مطالعے سے روکتا ہے۔ پہلے حکمران تاریخ جاننے کے ٹیوٹر رکھتے' اب کیلنڈر رکھتے ہیں اور آئینہ دیکھنے کے لئے دیواریں دیکھتے ہیں۔ کہتے ہیں ہمارے ایک سابق حکمران تصویری نمائش کے افتتاح پر گئے اور وہاں ایک تصویر دیکھ کر کہنے لگے' اس کی ایک آنکھ چھوٹی کس نے بنائی؟ تو مصور نے کہا "یہ تو دیوار پر آئینہ لگا ہے۔" ایک ایسے بااثر آدمی نے اپنی بے اثر کتاب دیتے ہوئے کہا "اسے پڑھ کر آپ کو پتہ چلے گا کہ میرا تعلق کتنے بڑے خاندان سے ہے۔ بہرحال کتابوں سے پہلے حکمران یہ سب دیواروں پر کنندہ کروایا کرتے تھے۔ آج سیاستدان ان دیواروں کو اشتہار بنائے ہوئے ہیں۔ انہیں کہاں کہیں کوئی دیوار صاف نظر آتی ہے' اپنی مقبولیت میں کمی صاف نظر آتی ہے۔ سو حکومت نے شروع میں ہر سرکاری دیوار پر یہ لکھوا دیا کہ اس دیوار پر لکھنا منع ہے۔ حکومتوں کے آرڈر ایسے ہی ہوتے ہیں جیسا کہ جرمنی میں گندے پانی کے استعمال سے ٹائیفائیڈ کی وبا پھیلی تو وہاں ایک اعلیٰ فوجی حکام نے یہ آرڈر جاری کیا "تمام برف کی ڈلیاں استعمال کرنے سے پہلے اچھی طرح ابالی جائیں۔"

دیوار پر قدیم ترین اشتہار جو تقریباً تین ہزار سال پہلے تحریر کیا گیا وہ تھا "پوری ایک اشرفی اس شخص کے لئے جو شیم نامی بھگوڑے کو پکڑ کر لائے گا۔" دیواروں کے بڑے استعمال ہیں' خاص طور پر بڑی دیواروں کے۔ جنگ عظیم دوم کے دنوں میں صدر انجمن احمقاں ملک نبی بخش نے اخبارات کو جنگ بندی کی یہ تجویز پیش کی تھی کہ دیوار چین ایک ہزار پانچ سو میل لمبی بیکار پڑی ہے' اگر اس کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر فلاں فلاں ملکوں کے درمیان حائل کر دیئے جائیں تو دنیا میں جنگ کا نام نہ رہے۔ کوئٹہ کے زلزلے کے بعد انجمن احمقاں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ نئے مکان کی تعمیر کرتے وقت ان کی بنیادیں زمین سے ایک فٹ اونچی رکھی جائیں۔ پہلے دیواروں کے کان ہوتے تھے'

بہرحال میاں بیوی دونوں اداکار ہوں تو طلاق کے بعد انہیں ایک چیز ففٹی ففٹی ملتی ہے اور وہ ہے پبلسٹی۔ ویسے بھی آج کل اپنی غلطیاں چھپانے کا جو سب سے بہتر طریقہ ہے' وہ ہے آپ بیتی لکھنا۔ یوں اگر وہ لکھنا چاہ رہی ہے تو اسے ادیب بننے سے روکنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ اس کی کتاب چھاپ دی جائے۔ شادی وہ حادثہ ہے جس پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اتنی تو جنگ عظیم دوم پر نہیں لکھی گئیں۔ ایک دانشور کے بقول شادی پہلے یہ ہوتی تھی کہ باپ بیٹی کا ہاتھ داماد کے ہاتھ میں دیتا تھا' اب باپ بیٹی کا ہاتھ اپنی جیب سے نکال کر داماد کی جیب میں ڈالتا ہے۔ شادی کب کرنا چاہیے؟ یہ تو کوئی کنوارہ ہی بتا سکتا ہے جب کہ شادی کب نہیں کرنا چاہیے' یہ شادی شدہ بتا سکتا ہے۔

اچھی بیوی وہ ہوتی ہے جو خاوند کے ساتھ وہ سلوک نہ کرے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے جبکہ اچھا خاوند وہ ہوتا ہے جو ہونے والا ہو۔ بڑی عورت کے خاوند بڑے ہوتے ہیں۔ آسٹریلیا کے پرائم منسٹر باب ہاک جو ہمارے سابق پرائم منسٹر شیخ رشید کے Tongue Twins ہیں' انہوں نے اپنی کتاب میں مارگریٹ تھیچر کے بارے میں لکھا کہ میں نے ایسی لیڈر نہیں دیکھی جو گفتگو میں لوگوں کو اتنا ٹوکتی ہے کہ بندہ خود کو پرائم منسٹر نہیں' خاوند سسمجھنے لگتا ہے۔ بہرحال عورتوں کی ملکوں پر حکمرانی کرتے دیکھ کر اگر کسی کو حیرانی ہوتی ہے تو وہ کنوارہ ہی ہو سکتا ہے۔

مرد جتنا خیال اپنے بالوں کا رکھتا ہے' اتنا اپنی بیوی کا رکھے تو کبھی طلاق نہ ہو۔ لیکن اب تو شادی کی انگوٹھیاں پہلے سے زیادہ ہلکی اور پتلی پسند کی جاتی ہیں۔ پرانے زمانے میں بڑی موٹی اور بھاری بھاری ہوتی تھیں' ساری زندگی جو چلنا ہوتیں۔ ایک وکیل کے بقول عورتیں طلاق لینے کے لئے جتنے جتن کرتی ہیں' اتنے جتن پہلے کر لیں تو طلاق لینے کی ضرورت ہی نہ پڑے لیکن خود اس کی بیوی کہتی ہے' میں نے اس سے صرف اس لئے شادی کی تھی کہ مجھے اجنبیوں اور ہمسائیوں سے لڑنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ ہم نے وکیل

اس کی حرکتوں سے اتنا تنگ ہیں کہ اب ہمیں اچھا سمجھنے لگے ہیں۔ اخبار کے لئے اطہر صاحب نے جو سب سے پہلی تحریر لکھی' وہ استعفیٰ تھا جو انہوں نے "چٹان" کے لئے لکھا۔ ان دنوں کسی سے "چٹان" کا مطلب پوچھا تو جواب ملتا "شورش کاشمیری" ------

اطہر مسعود صاحب نے شورش مرحوم سے یہ سیکھا کہ کیا نہیں لکھنا چاہیے' کیا لکھنا چاہیے۔ یہ قمر اجنالوی صاحب سے سیکھا۔ اجنالوی صاحب اس معاملے میں اتنے سخت تھے کہ اگر کوئی غلطی کرتا تو اسے اپنا پورا ناول پڑھواتے۔ اطہر صاحب نے رپورٹنگ مصر اور اسرائیل کی جنگ کی خبریں سن کر شروع کی اور آج وہ جس مقام پر ہیں' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگوں کے کتنے دور رس نتائج نکلتے ہیں۔ وہ امن پسند نہیں "جنگ پسند" ہیں۔ انہیں جنگ اچھی نہیں لگتی' جنگ اچھا لگتا ہے۔ اس کی ترقی پر وہ جامے بلکہ پاجامے میں پھولے نہیں سماتے۔ ہم نے ایک دوست سے ان کے لباس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا "پہن لیتے ہیں" ویسے موسم کے حساب سے لباس پہنتے ہیں یعنی گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں سرد۔ گرمیوں میں تھری پیس سوٹ انہیں سوٹ کرتا ہے۔ مصطفیٰ کھر صاحب کو تو اس موسم میں ہم نے فور پیس میں دیکھا ہے۔ جی ہاں تھری پیس میں وہ ملبوس ہوتے ہیں اور ایک پیس ساتھ ہوتا۔ اطہر صاحب کا لباس صحافیانہ نہیں ہوتا۔ ہمارے ایک جاننے والے درزی نے بتایا کہ صحافی سوٹ وہ ہوتا ہے جس میں جیب نہیں ہوتی' وہ اس لئے کہ انہوں نے کونسا اپنی جیب میں کبھی ہاتھ ڈالنا ہوتا ہے۔

اطہر مسعود صاحب کا مشغلہ گلے کے لئے ٹائیاں جمع کرنا ہے۔ پرانی ٹائیوں کو یہ کہہ کر دوسرے کو دے دیتے ہیں کہ یہ مجھے تنگ ہو گئی ہے۔ انہیں آٹھ دس ہزار شعر یاد ہیں مگر شرافت دیکھئے کہ کسی اکیلے بندے کو دیکھ کر "شعر کوبی" کے لئے بڑھتے۔ ایسی میٹھی شخصیت کہ روز ملنے پر ذیابیطس ہونے کا ڈر رہتا ہے۔ طبیعت ایسی ہے جیسی ہماری ہے اور ہماری طبیعت ایسی ہے کہ نیلی چھتری والے سے اس لئے "نیلی" نہیں مانگتے کہ پھر اس کے پاس صرف "چھتری" ہی رہ جائے گی۔ شروع میں جس کے ساتھ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

زیادتی کرتے' بعد میں اس سے معافی مانگ لیتے۔ سو جس کی بے عزتی کرتے' رج کے کرتے اس لئے کہ بعد میں معافی تو مانگ ہی لینا ہے۔ پھر وہ وقت آیا کہ سارا دن پچھلے دن کی معافیاں مانگتے رہتے۔ نئی بے عزتی کرنے کا وقت ہی نہ ملتا۔ تب سے غصے میں آ کر انہوں نے دوسروں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا ہے۔ اب جسے بے عزت وقت کرنا ہو' اس کی زیادہ عزت کرنے لگتے ہیں۔ ریسلنگ دیکھنے کا شوق ہے' اس کے لئے اکثر ٹی وی پر کشتیاں دیکھتے ہیں۔ کبھی کبھی اسمبلی میں بھی چلے جاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں سے زیادہ اچھے ہیں جو ان سے کم اچھے ہیں۔ لکھنے والے صحافی نہیں' پڑھنے والے صحافی ہیں۔ ڈائجسٹ تو منٹوں میں ڈائجسٹ کر جاتے ہیں۔

سرخی لگانے کے فن میں ماہر ہیں۔ اس کے انہیں کئی طریقے آتے ہیں۔ ہمیں تو بس ایک ہی طریقہ آتا ہے' وہ ہے سرخی ہونٹوں پر مل لی جائے۔ دفتر آ کر سٹاف سے یوں محبت سے ملتے ہیں کہ ان کو شک ہونے لگتا ہے کہ کہیں اطہر صاحب کو نوکری سے نکال تو نہیں دیا گیا۔ زمانہ بدلا' پہلے بلی راستہ کاٹ جاتی تو لوگ پلٹ آتے۔ اب ٹی اینڈ ٹی والے راستہ کاٹ جائیں تو لوگ واپس پلٹ آتے ہیں۔ بڑے لوگوں کو مرنے کے بعد عزت ملتی ہے اس لئے جسے مرنے سے پہلے عزت مل جائے اس کا بڑا ہونا مشکوک ہو جاتا ہے۔ ہمارے ادیب شاعر تو عزت حاصل کرنے کے لئے یہ تک کرنے کو تیار ہیں کہ کچھ دنوں کے لئے مر کے ہی دیکھ لیں۔ بہرحال حکومت نے اطہر مسعود صاحب کو زندگی میں ہی عزت دی اور تمغہ برائے حسن کارکردگی دیا۔ اللہ نے انہیں پہلے ہی تمغہ حسن برائے کارکردگی دے رکھا ہے۔ اطہر مسعود ان صحافیوں میں سے ہیں جن کے لئے عزت کا باعث یہ ہے کہ حکومت اور لوگوں نے انہیں پہچانا جبکہ ہمارے بیشتر صحافیوں کی عزت اسی وجہ سے ہے کہ لوگوں نے ابھی تک انہیں پہچانا نہیں۔

○○○

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

گئے تھے۔ سو خوشی ہوئی کہ چیئرمین قومی کمیشن برائے تاریخ و ثقافت فخر زمان صاحب نئی تاریخ لکھوانے لگے ہیں۔ ہم فخر زمان کو تب سے جانتے ہیں جب وہ ٹی وی اسکرین کی بجائے اپنے گھر میں مقیم ہوا کرتے تھے۔ ایسی شخصیت ہیں کہ ان کے چہرے پر بھی جمہوریت نظر آتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ تاریخ بھی جمہوری انداز سے لکھوائیں گے' اندازے سے نہیں۔ جمہوری تاریخ کا ذکر خواجہ معین الدین نے اپنے ایک ڈرامے میں یوں کیا ہے۔ ایک استاد شاگردوں سے پوچھتا ہے "جو کہتے ہیں بابر ہمایوں کا بیٹا تھا' وہ ہاتھ کھڑا کریں۔" چار طالب علموں ہاتھ کھڑا کرتے ہیں۔ استاد پھر پوچھتا ہے "جو کہتے ہیں اکبر ہمایوں کا بیٹا تھا' وہ ہاتھ کھڑا کریں۔" تین طالب علم ہاتھ کھڑا کرتے ہیں تو استاد کہتا ہے' پس جمہوریت کی رو سے ثابت ہوا کہ بابر ہمایوں کا بیٹا تھا۔ اب تو جمہوریت کی تعریفیں یوں بھی ہونے لگی ہیں۔

Government off the peoples government far from the peoples and government to buy the peoples is democracy.

تاریخ سے ہم نے یہی سبق سیکھا کہ تاریخ سے کسی نے سبق نہیں سیکھا۔ ہماری ہسٹری تو چند لوگوں کی لائف ہسٹری ہے۔ یہ آٹو موبائل اور آٹو بائیو گرافی کا دور ہے۔ ہمیں یاد ہے ایک سیاستدان نے جو ہسٹری شیٹر ہے' اپنی ذاتی ہسٹری چھپوانے کے لئے ایک ادیب کو بیس ہزار دیئے۔ ادیب نے یہ نہ پوچھا کہ اچھی ہسٹری لکھنا ہے یا سچی۔ یوں اس نے جو لکھا اسے پڑھ کر اس سیاستدان نے اسے اور بیس ہزار دیئے اور کہا کہ اس مسودے کو ضائع کر دو' یہ چھاپنے کے نہیں چھپانے کے قابل ہے۔ انتھولی فرانس بھی کہتا ہے

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

- واہ آرڈی نینس فیکٹری

ہم سمجھتے ہیں قرضہ لینا ایک غیر ذمہ دارانہ فعل ہے۔ اس سے غیر ذمہ دارانہ فعل اگر کوئی ہے تو وہ ہے قرض واپس کرنا لیکن صدر پاکستان جناب فاروق لغاری صاحب نے قومیائے گئے بینکوں کے ترمیمی آرڈی نینس 74ء کے تحت قرض نہ لوٹانے والوں کو سینٹ کے انتخاب سے بھی باہر کر دیا ہے۔ یہی نہیں امیدوار کی اس امید پر بھی وار کیا ہے کہ وہ اپنا بینک بیلنس چھپا سکے گا۔ کئی آردی نینسوں کے اجراء کے باعث گوہر ایوب صاحب کے نزدیک ایوان صدر "فاروق آرڈی نینس فیکٹری" بن گیا ہے۔ ویسے ہمارا ملک صدر ضیاء کے دور میں ہی اس انڈسٹری میں اتنا آگے تھا کہ ہمارے آگے اگر کچھ ہوتا تو وہ آرڈی نینس ہی ہوتا تھا۔ حدود آرڈی نینس سے محدود آرڈی نینس تک ہر مال ملتا تھا۔ اس حساب سے تو ہم ایوان صدر کو "واہ آرڈی نینس فیکٹری" بلکہ واہ واہ آرڈی نینس فیکٹری کہہ سکتے ہیں۔

ہمارے ہاں اتنے آرڈی نینس کیوں جاری ہوتے ہیں' یہ پتہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ہمارے ایک دوست نے کہا "یار مجھے سمجھ نہیں آتی گوجرانوالہ میں اتنے بٹ کیوں ہوتے ہیں؟ پھر ایک دن خود ہی کہنے لگا' مجھے پتہ چل گیا ہے اور اس نے ہمیں گوجرانوالہ کے قریب فیکٹری کا بورڈ دکھایا جس پر لکھا تھا "بٹ مینوفیکچرنگ انڈسٹری"

ہم طنز و مزاح نگار ہیں اور طنز و مزاح نگار کا یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کی سنجیدہ بات کو مزاح سمجھتے ہیں اور اس کی مزاحیہ باتوں کو سنجیدگی سے لیتے ہیں۔ طنز نگار فکر تونسوی کہتے ہیں' لوگ میری ہر بات کو دوسری پر طنز سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ تو میرے چہرے کو بھی اپنے چہروں پر طنز سمجھتے ہیں۔ بہرحال ہم سمجھتے ہیں مرد سے اس کا بینک بیلنس اور عورت سے عمر پوچھنا بد ذوقی ہے۔ ہو سکتا ہے نوابزادہ نصر اللہ صاحب اسے بے پردگی بھی قرار دیں کیونکہ ایک اطلاع کے مطابق ان کا بینک بیلنس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پر ہوتی ہیں۔ ہم نے ایک عالم سے پوچھا "فحاشی کی تعریف کریں۔" تو انہوں نے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ ایسا زمانہ کبھی نہ آئے گا جب ہمارے ہاں فحاشی کی بھی تعریفیں ہوں گی۔ بہرحال سابقہ سنسر بورڈ کے ایک ممبر نے ہمیں فلم میں فحش سین کی یہ پہچان بتائی کہ یہ وہ ہوتا ہے جسے دوبارہ دیکھنے کو دل چاہے۔

URDU4U.COM

ہمارا فلمی معیار کتنا بلند ہے؟

اداکارہ بابرہ شریف نے کہا "چار فٹ 11 انچ"

ہمارے فلمسازوں نے اتنی فلمیں نہیں بنائیں جتنا فلموں نے انہیں بنایا ہے۔ ہماری ایک فلم بھارت کی تین چار فلموں کے برابر ہوتی ہے کیونکہ بھارت کی تین چار فلموں کی کہانی مل کر کہیں ہماری ایک فلم کی کہانی بنتی ہے۔ ہماری ہر فلم میں ہیرو انتقام لے رہا ہوتا ہے اور لگتا ہے دیکھنے والوں سے انتقام لے رہا ہے کیونکہ اکثر فلمیں کیمرے سے شوٹ نہیں کی جاتیں' کلاشنکوف سے شوٹ ہوتی ہیں۔ چھوٹی اسکرین اور بڑی اسکرین میں یہ فرق ہے کہ چھوٹی سکرین کی خامیاں بڑی اسکرین میں اتنے گنا بڑھ جاتی ہیں۔ ٹی وی اور ریڈیو میں یہ فرق ہے کہ ریڈیو پر آپ بور پروگرام نہیں دیکھتے' سنتے ہیں۔ ہمارا ٹی وی ترقی کر رہا ہے اور اگر اسی طرح ترقی کرتا رہا تو چند سالوں میں وہی معیار حاصل کر لے گا جو آغاز کے وقت تھا۔ ٹی وی ڈرامہ جس می ملک کے سب سے بڑے اداکار حصہ لیتے ہیں' اسے خبرنامہ کہتے ہیں۔ ہر جگہ سنسر شپ ہونے کے باوجود کہنے والے پھر بھی بات کہہ جاتے ہیں۔ جیسے کسی بات پر اکبر الہ آبادی نے عدالت میں کہہ دیا "کون سالا ایسا کہتا ہے؟" ایک وکیل نے کہا "یہ توہین عدالت ہے' انہوں نے گالی دی ہے' انہیں سزا ملنا چاہیے۔" تو اکبر الہ آبادی نے کہا "میں نے تو کہا ہے' کون سا Law ایسا کہتا ہے۔"

ہم سمجھتے ہیں سنسر بورڈ جمہوری دور کا آئینہ دار ہونا چاہیے۔ سنسر بورڈ میں علماء بھی ہونے چاہئیں' آخر ہمارے ہاں نوے فیصد لوگ فلم نہیں دیکھتے' پھر بھی بہت سے لوگ

فلم دیکھتے ہیں مگر ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ ان کی نمائندگی بھی تو ہونا چاہیے۔ سنا ہے پہلی بار جب علماء کو فلمی سنسر بورڈ میں شامل کیا گیا تو وہ فلم دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تصویریں بھی چلتی پھرتی اور بولتی ہیں۔ یہی نہیں مختلف مکتبہ فکر کے علماء کو تین گھنٹے ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے کا موقع مل جائے گا۔ ہم تو کہتے ہیں سنسر بورڈ میں درزی بھی ہونا چاہیے کہ اس سے اچھی قینچی کون چلا سکتا ہے۔ ویسے اگر درزی فلم یونٹ میں ممبر ہو تو سنسر کی ضرورت ہی نہ رہے۔ ابن انشاء تو کہتے ہیں "جاٹ حضرات بھی ایک فلم کا نام بدلوا چکے ہیں۔ وہ جو "جٹی" تھی آخر "چٹی" بن کر ریلیز ہوئی۔ آئندہ بھی غلطی کا احتمال ہے' لہٰذا لازم ہے کہ ایک جاٹ بھی سنسر کے وقت کھاٹ ڈالے سنسر بورڈ میں مستقل بیٹھا ہو' جہاں کوئی بات خلاف مزاج پائی' وہیں اس نے فلم پروڈیوسر کے دھول جمائی۔"

ہمارے ہاں حکومت تفریح دینے کے لئے ٹی وی نشریات کا دورانیہ بڑھا رہی ہے جب کہ کہتے ہیں ہنگری کی حکومت نے عوام کو تفریح کے لئے بڑا اہم قدم اٹھایا ہے جس وجہ سے ہر پیر کی شب' سڑکوں پر رونق' کلبوں میں ہجوم' تھیٹروں میں رش' آرٹ کی نمائش اور پارٹیاں ہوتی ہیں۔ یہ صرف پیر کے روز ہوتا ہے۔ لوگ سکھ کا سانس لیتے ہیں۔ اس روز میلے کی وجہ محض یہ ہے کہ پیر کو ہنگری ٹی وی کی سکرین تاریک ہوتی ہے' اس روز ٹی وی کی چھٹی ہوتی ہے۔ ہماری فلموں میں بھی تفریح دوگنی ہو سکتی ہے بس ان کا دورانیہ تین گھنٹے کی بجائے ڈیڑھ گھنٹہ کر دیا جائے۔ جہاں تک صاف ستھری معیاری فلم کا تعلق ہے تو جیسے انتظار حسین نے انور سجاد کے بارے میں لکھا کہ انور سجاد افسانہ اب بھی لکھ رہے ہیں' اگرچہ وہ مختصر سے مختصر ہوتا جا رہا ہے۔ یاروں کو اندیشہ ہے کہ ایک روز انور سجاد خالی کاغذ لے کر آئیں گے اور کہیں گے' یہ افسانہ میں نے لکھا ہے اور مداحوں کے لئے یہ انور سجاد کا سب سے اچھا افسانہ ہو گا۔ ایسے ہی ہمارے ہاں سب سے صاف ستھری فلم وہی ہو گی جس کا فیتہ شوٹ نہیں کیا گیا

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہو گا۔

○○○

اپنی مرضی سے بناتا ہے۔ یہ بھی انہیں اپنے چھوٹے بھائی ہی سمجھتا ہے۔ یعنی جب دل چاہے بلا وجہ ڈانٹ لیتا ہے۔ ساری زندگی اگر وہ کسی سے لڑا ہے تو یقین کر لیں الیکشن ہی لڑا ہو گا۔ وہ تو دشمن سے بھی ملنے جائے تو جیب میں صرف پستول کا لائسنس ہی لے کر جائے گا۔ کسی کو آنکھ نہیں دکھاتا' بلکہ اسے تو خود بھی اپنی آنکھیں ڈھونڈ کر دیکھنا پڑتی ہیں۔

جن لوگوں نے کئی برس پہلے علی اکبر عباس کی کتاب "بر آب نیل" پڑھی وہ کہتے ہیں "در نگاہ سے" پہلی کتاب کی نسبت جلدی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ جس کی وجہ مجھے تو یہ لگتی ہے کہ وہ لوگ اتنے برسوں میں سیانے اور سمجھ دار ہو گئے ہیں۔ علی اکبر عباس نے اپنی تازہ کتاب میں شامل کرنے کے لیے غزلوں اور نظموں کا انتخاب امجد طفیل کی سربراہی میں ایک پانچ رکنی کمیٹی کے سپرد کیا اور جو غزلیں کمیٹی کی سمجھ میں آ گئیں وہ اس نے رکھ لیں اور باقی کتاب میں شامل کر لیں۔

اس کی شاعری ادب کے لیے ہی نہیں صحت کے لیے بھی مفید ہے۔ اس کے بعض مصرعے پڑھ کر تو بندے کی وہی حالت ہوتی ہے جو سو میٹر کی ریس جیتنے کے بعد۔ مثلاً اس کا ایک مصرع ہے۔

"گونگوں بہروں کی بستی میں پیدا ہونے والے بچے بولنا سیکھیں گے"

حالانکہ مصرع اتنا لمبا ہے کہ مصرع ختم ہونے سے پہلے ہی پیدا ہونے والے بچے بولنا سیکھ لیتے ہیں۔ شعر چھپ کر لکھتا ہے۔ حالانکہ اکثر شاعروں کو یہ کچھ شعر لکھنے کے بعد کرنا پڑتا ہے۔ کہتے ہیں اس کے سر کے بال آدھے سفید ہیں مگر مجھے آج تک اس کا پتہ نہیں چلا کیونکہ جب وہ دوستوں سے ہنسی مذاق کرتا ہے تو اس کے سارے بال سیاہ ہوتے ہیں اور جب کوئی پیارا مصیبت میں ہو تو اس کا سارے کا سارا سر سفید ہوتا ہے۔

وہ اپنی تعریف کے لیے کس کا محتاج نہیں خود ہی کر لیتا ہے' یوں بھی اس کی شاعری پر سب سے معتبر رائے اسی کی ہو سکتی ہے کہ اس سے زیادہ تو اسے کسی نے نہیں

پڑھا۔

علی اصغر عباس چھوٹے میاں ہے۔ یاد رہے چھوٹے میاں Small Husband کو نہیں کہتے۔ تاہم یہ ہفتے میں چھ دن شوہر اور ایک دن شاعر ہوتا ہے۔ لیڈری کا شوق ہے اور اس میں ہمیشہ سب سے آگے رہا۔ اتنا آگے کہ دور دور تک اس کے پیچھے کوئی نہیں ہوتا۔ شکل و صورت ایسی کہ اپنے بھائیوں میں بیٹھا ہو تو خوبصورت لگتا ہے۔ شاید اسی لیے وہ اس کے پاس نہیں بیٹھتے۔ ہنستے ہوئے یوں لگتا ہے جیسے یکدم پھولے غبارے سے ہوا نکل جائے۔ اسے ہنسنے کے لیے کسی بات کی نہیں بس ایک شخص کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے ہاتھ پر ہاتھ مار سکے۔

چھوٹی عمر کے لڑکوں کے پاس بیٹھ کر اسے وہی خوشی ہوتی ہے جو بڑی عمر کے لڑکوں کو اس کے پاس بیٹھ کر ہوتی ہے۔ پکے رشتے بناتا ہے اسی لیے دوستوں سے زیادہ دشمن بناتا ہے کیونکہ آج کل یہی سب سے پکا رشتہ ہے۔ دوستوں سے یوں ملتا ہے کہ دیکھنے والے چھڑانے کو دوڑتے ہیں۔ دوستوں کی خامیوں کی بجائے ان کی خوبیاں تلاش کرتا ہے۔ اس کے دوست ہیں بھی ایسے کہ ان کی خوبیاں واقعی تلاش کرنا پڑتی ہیں۔ دوسروں کے بارے میں وہی رائے رکھتا ہے جو لوگ اس کے بارے میں رکھتے ہیں۔ دوستوں میں پانچ منٹ سے زیادہ مہذب نہیں بیٹھ سکتا ہے۔ اور دشمنوں میں پانچ منٹ سے زیادہ بیٹھ نہیں سکتا۔ بہت اچھا مقرر ہے۔ اس لیے ایک آدمی سے بھی یوں بات کرتا ہے جیسے اجتماع سے خطاب کر رہا ہو۔

رضا سہیل کی حرکات نذیر ناجی کی اور سکنات علی اکبر کی ہیں۔ بچوں سے اس قدر پیار کرتا ہے کہ جس بچے کو اٹھا لے اس کا باپ اپنی بیوی کو شک سے دیکھنے لگتا ہے۔ کوئی حرام چیز نہیں پیتا اسی لیے غصہ نہیں پیتا۔ ہر وقت اپنی ملازمت کا استعفیٰ ساتھ رکھتا ہے۔ کہ کہیں کبھی غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ غلطی سنگین بھی ہو سکتی ہے' اس لیے بھرا ہو نکاح نامہ بھی ساتھ رکھتا ہے۔

کہتا ہے کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے ملنے کے بعد آپ بھی مان جائیں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

گے۔ وہ جرنلزم کا ونڈر بوائے ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو آگ لینے جاتے ہیں اور پیغمبری لے کر لوٹتے ہیں۔ بات دل میں نہیں دماغ میں رکھتا ہے بلکہ وہ تو رہتا بھی میں ہی ہے۔

URDU4U .COM

کپڑے دھونے کا شوق ہے اکثر کپڑے آدمی سمیت دھو ڈالتا ہے۔ اچھا لباس پہنتا ہے' یعنی وہ لباس جو اسے اچھا لگے۔ دوسروں کو چاہے وہ لباس بھی نہ لگے۔ گفتگو صحافیوں والی کرتا ہے یعنی اس میں لفظ کم اور دھمکیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ عورتوں کے تمام کام اور مردوں کے کام تمام کرتا ہے۔ لڑکیوں سے دوستی وہاں سے شروع کرتا ہے جہاں سے دوسرے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے پتہ نہیں چلتا شروع کر رہا ہے یا ختم کر رہا ہے۔

اگر آپ اس کے دوست ہیں تو خوش قسمت ہیں کیونکہ وہ دوستوں سے کوئی توقع نہیں رکھتا اور اگر وہ آپ کا دوست ہے تو آپ بد قسمت ہیں کیونکہ وہ کسی توقع پر پورا نہیں اترتا۔

عزیز علوی وطن کے معروف افسانہ نگار ہیں ان کے دو افسانوی مجموعے "ساحل بیٹھ گئے" اور "لندن میں پھول" شائع ہو کر اہل ادب سے داد وصول کر چکے ہیں۔ "سردی اور الاؤ" ان کا تیسرا افسانوی مجموعہ ہے جس میں ان کے فنی سفر کے نشان واضح نظر آتے ہیں عزیز علوی نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا' بھالا اور برتا ہے۔

(Sardi)

زندگی کو قریب سے مت دیکھ
زندگی شعلہ ہے جوالا ہے

لوریوں کی طرح دنیا کے ہر ملک خطے اور معاشرے میں کہانیاں اور ہر دور میں سنی' لکھی اور پڑھی جاتی رہی ہیں۔ آج کے اس دور جدید میں افسانہ ادب کی یا ک مقبول عام

قلمکار یا فنکار سی مماثلت ضروری نہیں ہوتی۔ جیسے گلاب گل داؤدی یا گوبھی کے پھولوں کے ہوتے ہوئے بھی موتیا' چنبیلی' جوہی اور ہار سنگار کی کلیاں اپنی الگ بہار دکھاتی ہیں۔ ان کا اپنا رنگ' اپنی خوشبو چمن کی زینت بڑھاتے ہیں۔ اسی طرح عزیز علوی پر بھی کسی بڑے افسناہ نگار کی چھاپ نہیں لگائی جا سکتی۔ یہ اس کی کمی نہیں بلکہ اس کے فن کی خوبی ہے۔ اس کا اپنا ایک منفرد انداز ہے۔ اس کے اپنے نظریات ہیں اور اس کے اپنے موضوعات ہیں۔ اس کے اسلوب میں ایک بے ساختگی ہے۔ سادگی ہے۔ پرکاری ہے اور تاثیر ہے؟ وہ قدیم جدید افسانے کے سنگھ پر ایک نمایاں ادبی مقام پر الگ کھڑا اپنی بہار دکھا رہا ہے۔ اسے مزید نمایاں ہونیکے لئے دوسرے شخص کے ادبی تشخیص عکاس خود اس کی کہانیاں ہیں۔ جو اس امر کا روشن ثبوت ہیں کہ آج کے معروف ترین دور میں انسانوں کے پاس اچھے ادب کے مطالعے کے لئے چند لمحات موجود ہیں۔ ان لمحات کا غنیمت جانیں کہ یہی اچھے ادب اور اچھے انسانوں کی تخلیق کی ضامن ہیں۔

زیر نظر افسانوی مجموعے میں شامل "سردی اور الاؤ" کی طلسماتی فضا' "دوسرے امجد خان" کے حسن اتفاقات "میری نمازہ جنازہ" کی خود بینی بلکہ خود احتسابی' الجھن' کا المناک انجام اور ہیروئن کو اس کا قبل از قت ادراک۔ "پھر لندن میں" کی روداد سفر۔ "سرداراں" کی بے بسی' غربت اور بے چارگی۔ "میرا سوہنا شہر" کے نظارے۔ فطرت کی فیاضیوں اور انسانی کج رویوں کا اندھناک ملاپ۔ سبھی پڑھنے کی چیزیں ہیں۔ "انوکھی کہانی" میں کثرت موضوعات کے باوجود مثالیکہانی یا موضوع کی تلاش۔ چینی کہانی "افسانہ وصال" اور جرمن کہانی "ملاقات" ان کہانیوں کو پڑھیں تو آپ خود عزیز علوی کے فن کے لئے ذائقے الگ خوشبو اور تازہ احساس سی طلف اندوز ہوں گے۔ انہیں پڑھے بغیر نہ تو آپ عزیز علوی سے یا اس کے ادبی مقام سے پوری طرح آگاہ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص آپ کو اس سے متعارف کرا سکتا ہے۔

جس کا حل ان کی بساط سے باہر ہوتا ہے۔ مختلف افکار زندگی کے لئے مستقل روگ بن کر رہ جاتے ہیں۔ انکا اپنا گھر تو جہنم بن ہی جاتا ہے دوسرے محلے والوں کا بھی ناک میں دم آ جاتا ہے یہ صورت حال بڑی ہی درد ناک ہوتی ہے۔ جی تو چاہتا ہے اس موضوع کو اپنی کہانی کا مرکز بناؤں لیکن پھر سوچتا ہوں کہ اپنے آپ کو بیل کے سامنے کیوں کھڑا کروں کہ آ مجھے مار۔ میرے اڑوس پڑوس کا مسئلہ ہے۔ پڑوسیوں سے الجھنا بہت بری بات ہے۔ اس کے علاوہ میں بھی اپنی کہانی کو دنگا فساد کا میدان نہیں بنا سکتا۔ میں تو ایسی کہانی لکھنا چاہتا ہوں۔ جو خوشی کا سر چشمہ ہو۔

یہ خیال جھٹک کر میں واپس کمرے کے ماحول میں آ جاتا ہوں۔ سامنے والی دیوار پر میرے بڑے بھائی اور نازیہ کی الگ الگ تصویریں ساتھ ساتھ لٹک رہی ہیں۔ دونوں کی اکٹھی تصویر نہیں بن سکی تھی۔ کیونکہ وہ اس دنیا میں اکٹھے نہیں ہو سکے تھے۔ میرا بھائی اور نازیہ دونوں کلاس فیلو تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے گہری محبت تھی۔ وہ ذہنی طور پر فیصلہ کر چکے تھے کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد فوراً شادی کر لیں گے۔ نازیہ اور ہمارے والدین بھی اس بات پر تقریباً راضی ہو چکے تھے۔ صرف م ناسب وقت کا انتظار ہو رہا تھا۔ کہ اچانک بھائی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ اور وہ ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد نازیہ بھی اس صدمے کی تاب نہ لاتے ہوئے رخصتر ہو گئی اور بھائی سے جا ملی۔ ہم سب کو یقین ہے کہ وہ دونوں اب اس جہان میں یک جان ہو کر ابدی زندگی سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ اسی ل ئے سامنے والی دیوار پر لٹکی ہوئی تصاویر میں نازیہ اور بھائی اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لئے میری طرف دیکھ رہے ہیں گویا کہہ رہے ہیں۔ دیکھ سچی محبت کبھی ناکام نہیں ہوتی۔ دنیاوی عوامل اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتے۔ ان تصاویر کو دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ ان کی لازوال محبت کی کہانی لکھوں۔ لیکن نہیں۔ میں اتنی دردناک کہانی نہیں لکھ سکتا جسی پڑھ کر نازیہ اور بھائی کی آنکھیں اشکبار ہو جائیں۔ میں تو انہیں ہمیشہ

ایک قریبی بازار میں سائیکل مرمت کرنے کی کان کا مالک ہے۔ روکھی سوکھی پر گزارہ کر رہا ہے۔ اس کی کوئی نرینہ اولاد نہیں۔ صرف تین جوان بیٹیاں ہیں جو کئی سالوں سے اپنے شہزادوں کا انتظار کر رہی ہیں۔ اب تو ان کے سروں کیں کہیں کہیں سفید بال بھی جھلکنے ہیں۔ لیکن ابھی تک کوہ قاف سے انکے شہزادے نہیں آئے۔ غلام حیدر جس عسرت میں دن گزار رہا ہے۔ وہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ لیکن ہے بڑا خود دار۔ سالوں سے میرا پڑوسی ہے مگر اسنے مجھ سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا اور نہ ہی اپنی غربت کا دکھڑا رویا ہے۔ روکھی سوکھی فقیرا ٹھنڈا پانی پی کر زندہ مثال ہے۔ ہال گھریلو ضروریات اور تنگی کا بوجھ اس کی بیوی ضرور محسوس کرتی ہے۔ پرانی وضع کی سیدھی سادھی ملنسار قسم کی عورت ہے۔ محلے کی تمام عورتوں سے اس کے بڑے خوشگوار تعلقات ہیں۔ پڑوسی ہونے کے ناطے مجھے اپنا بھائی سمجھتی ہے۔ کبھی کبھار مجھ سے تھوڑا بہت ادھار لے جاتی ہے مگر جلد ہی لوٹا دیتی ہے۔ حساب کے معاملہ بڑی ایماندار ہے۔ غربت کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کی تعلیم کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکی۔ اسی غربت اور جہالت کے باعث آج تک اسکی بیٹیوں کے لئے کوی پیغام نہیں آیا۔ تینوں بیٹیاں سارا دن ماں کا ہاتھ بٹانے میں مصروف رہتی ہیں۔ تھوڑا بہت سلائی کڑھائی کا کام کر لیتی ہیں۔ انہوں نے ایک بکری پال رکھی ہے۔ جسے فرد خانہ کی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ وہ انکے لئے دودھ مہیا کرتی ہے جسے وہ چائے بنانے اور اکثر روٹی بھگو کر کھانے میں استعمال کرتی ہیں۔ اس گھر کو دیکھ کر میرے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ یہ میرے محلے کی نہیں بلکہ ہر گاؤں اور ہر شہر کی کہانی ہے۔ ایسے گھروں کی بچیاں اگر ہاتھ پیلے کر کے اپنے اپنے گھروں کو نہ جا سکیں تو وہ چپ چاپ اللہ میاں کے پاس چلی جاتی ہیں۔ جاتی دفعہ اپنے پیچھے کوئی داستان یا قابل تقلید بات نہیں چھوڑ جاتیں۔ یہ عام سی کہانی پہلے ہی سب کو معلوم ہے۔ اسے قلمبد کرنے سے کوئی انوکھی کہانی تخلیق میں ہو سکتی۔

کے خوب پیسہ کمایا ساتھ ہی اس کی شادی ہو گئی اس دوران اس کا باپ فوت ہو گیا تب سے اس کا نام عبدالحمید ہو گیا پھر کیا تھا عبدالحید نے نئے کل پرزے نکالنے شروع کر دیے اور باقی تین مکانوں کے مکینوں کو ناجائز تنگ کرنا شروع کر دیا وہ بہت غریب لوگ تھے آخر اس کی چیز دستیاں اس حد تک بڑھ گئیں کہ ان بے چاروں نے اپنی عزت بچانے کی خاطر یکے بعد دیگرے یہ مکان چھوڑ دیے عبدالحمید کے پاس ناجائز دولت کی کمی نہ تھی اس نے یہ تینوں مکان چپ چاپ کوڑیوں کے بھاؤ خرید لیے اس طرح وہ چاروں مکانوں کا واحد مالک بن گیا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ پرانی عمارت گرا کر نئی عمارت تعمیر کر لی۔ نچلی منزل کے ایک تہائی حصہ پر جو گلی کے ساتھ ملحقہ اس نے کئی دکانیں بنائیں۔ ساتھ والے بقیہ حصے پر اپنی رہائش گاہ اوپر والی منزل میں دو رہائشی فلیٹ بنائے۔ دکانیں اور اوپر والے فلیٹ کرائے پر چڑھا دیئے اور نچلی منزل کے دوسرے حصہ میں خود سکونت اختیار کر لی۔ اس طرح اس کے ٹھاٹھ میں اور اضافہ ہو گیا۔ اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے عبدالحمید سے قریشی صاحب بن گیا۔ پھر ریٹائر ہونے پر اس نے پراپرٹی ڈیلر کا کام شروع کر دیا۔ اور وہ اس ضرب المثل کا زندہ ثبوت بن گیا کہ۔ مایا تیرے تین نام پر۔ پرسو۔ پرسا۔ پرس رام۔ سروس کے دوران اس پر کئی مرتبہ رشوت خوری کے مقدمات بنے لیکن ہر دفعہ وہ کسی نہ کسی طرح ان سے صاف بچ گیا۔ ریٹائرمنٹ تک وہ کئی جوں کا باپ بن چکا تھا۔ لیکن اس نے ان کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ نتیجتاً اس کے لڑکے آوارہ گردی کا شکار ہو کر غلط سوسائٹی میں شامل ہو گئے۔ دروغ برگردن راوی وہ منشیات کا دھندہ بھی کرنے لگے۔ محلے داروں کا بھی قریشی صاحب کے ساتھ کوئی میل جول نہ تھا اور نہ ہی کسی قسم کی ہمدردی۔ وہ ہمیشہ خود نمائی اور خود فریبی کا شکار رہا۔ شنید ہے کہ اپنے لڑکوں کی وجہسے آجکل کافی ذہنی پریشانیوں کا شکار ہے۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جیسی کمائی ہے اس نے اپنی اولاد کی پرورش کی اسے دیکھتے ہوئے نیک فعل کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے۔ روز مکافات ایک دن آ

کر ہی رہتا ہے۔ ایک نہ ایک رنگ میں فطرت اپنے اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والے کو کبھی نہیں بخشتی۔ میرا دل کہتا ہے کہ ایسے لوگ سوسائٹی کے ماتھے پر بدنما داغ ہوتے ہیں۔ انہیں کوئی غیرت یا حیا نہیں ہوتی۔ انکی کہانی لکھ کر ایسے بد نام عناصر کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ اسے بھی وہ اپنی عزت افزائی سمجھیں گے۔

اس گلی میں آگے تقریباً درمیان میں ایک محل نما عمارت ہے۔ پری کی طرح پر پھیلائے ہوئے جگمگ جگمگ کرتا دو منزلہ مکان۔ یہ ایک سر کردہ سیاہی لیڈر کا مکان ہے جسے سب چوہدری صاحب کہتے ہیں۔ ان کی رہائش تو یہاں شہر میں ہے مگر پیچھے گاؤن میں کئی مربعہ زمین کے مالک ہیں جن پر بے شمار مزارعے کام کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ گاؤں کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ یہاں بھی وہ بڑے ٹھکے کے ساتھ رہتے ہیں۔ تین چار گاڑیاں ہر وقت دروازے کے سامنےیک کھڑی رہتی ہیں۔ ملنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ رات گئے تک بڑی گہما گہمی ہوتی ہے۔ علاقہ کے بڑے افسران بھی اکثر حاضری دینے آتے رہتے ہیں۔ محلے دار ہوتے ہوئے بھی محلّہ کے معاملات سے بالکل لا تعلق اور بالا تر رہتے ہیں محلے سے کوئی ملنے والا چلا بھی جائے تو شاذ ہی ملاقات ہوتی ہے۔

جب پجارو میں بیٹھ کر باہر جاتی ہیں تو ان کے ساتھ دو مسلح باڈی گارڈ بھی ہوتے ہیں۔ سیاسی وابستگی بدلنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ چڑھتی سورج کو سلام کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ اقتدار میں کوئی بھی سیاسی پارٹی ہو اس مینعہدہ حاصل کرنا باعث افتخار سمجھتے ہیں۔ پارٹی کا جلسہ ہو تو اصول پرستی اور انسانی حقوق پر دھواں دار تقریر کرتے ہیں۔ مگر جب عمل کا مظاہرہ کرنے کا وقت آئے تو عذر لنگ پیش کرتے ہیں۔ کچھ جعرصہ جوا جب انہوں نے چوتھی بار سایسی وابستگی تبدیل کی تو ان کی پہلی پارٹی کے کارکنوں نے ان کے مکان کا گھیراؤ کیا اور ان کے خلاف نعرے لگائے۔ لیکن مقامی انتظامیہ بڑی سرعت کے ساتھ حرکت میں آئی اور اس مجمعے کو ڈنڈے کے زور سے منتشر کر دیا۔ سیاست میں ایسی قلابازیاں اور آنکھ مچولیاں چلتی ہی رہتی ہیں۔ لیکن وقت کا پہیہ کبھی نہیں رکتا۔ میں تو ایک عام سا امن پسند آدمی ہوں مجھے سیاست سے کیا سروکار۔

میں بھلا سیاست کو اپنی کہانی کا موضوع کیسے بنا سکتا ہوں۔ میرا بھی گھر بار ہے۔ میں اپنے آپ کو داؤ پر کیوں لگاؤں؟

URDU4U.COM

میرے بائیں والے مکان میں مرزا محمد علی رہتے ہیں۔ مرزا صاحب پچھتّر اسی سال کی عمر کے نہایت وضع دار اور شریف آدمی ہیں۔ سفید لباس پہنتے ہیں جس پر ان کی سفید داڑھی بڑی زیب دیتی ہے۔ محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے قریباً بیس سال قبل بطور ہیڈ ماسٹر ریٹائرڈ ہوئے۔ پابندی کے ساتھ قریبی مسجد میں پانچوں وقت کی نماز ادا کرتے ہیں۔ تقریباً سارا موسم گرما گھر کے اندر اپنے ایئرکنڈیشڈ کمرے میں گزارتے ہیں۔ البتہ موسم سرما میں اکثر اوقات باہر گلی میں کرسی ڈال کر دھوپ سینکتے ہیں اور حقہ پیتے ہیں۔ ہر آنے جانے والے کو بڑے اخلاق سے ملتے ہیں۔ گاہے بگاہے شام کو میرے گھر بھی آ جاتے ہیں۔ خوب باتیں کرتے ہیں۔ میں ان کی علمی صلاحیتوں اور تجربوں سے خوب خوب فیض یاب ہوتا ہوں۔ ان کی بیگم کچھ عرصہ ہوا فوت ہو چکی ہے۔ صرف ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ انہوں نے دونوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی ہے۔ لڑکا تو تعلیم سے فارغ ہوتے ہی بیرون ملک چلا گیا۔ وہیں ملازمت کر لی اور وہیں کسی پاکستانی لڑکی سے شادی کر لی۔ دوسرے تیسرے سال والد اور بہن سے ملنے مہینہ بھر کے لئے آتا ہے۔ ہاں ہر ماہ باقاعدگی سے پیسے بھیجتا رہتا ہے۔ اپنی پینشن اور یہ رقم ملا کر ان کا بڑی اچھی طرح گزارا ہو رہا ہے۔ بیٹی بھی تعلیم مکمل کر کے ایک مقامی تعلیمی ادارے سے وابستہ ہے۔ والد کی خوب خدمت کرتی ہے۔ جب مکتب سے فارغ ہو کر گھر آئی ہے تو باورچی خانہ سنبھالتی ہے۔ اور شام کے قریب گلی محلے کے بہت سے بچوں کو شوقیہ پڑھاتی ہے۔ تمام محلے والے اسے بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اور اسے آپا جی کہتے ہیں۔ اس کے رشتہ کے لئے کئی بار اچھے پیغام آ چکے ہیں مگر اس نے ہر دفعہ انکار کر دیا ہے۔ وہ کہتی ہے اگر میں چلی گئی تو میرے ضعیف والد کی کون دیکھ بھال کرے گا۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ تعلیم ہی میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اور مقصد حیات ہے۔ میں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پھر پھرا کر میرا ذہن اپنے دفتر کی طرف جاتا ہے۔ دفتر کیا ہے اچھی خاصی مچھلی مارکیٹ ہے۔ جہاں ہر وقت افراتفری کا عالم رہتا ہے۔ یوں لگتا ہے یہاں ڈسپلن یا قانون جیسی کوئی چیز نہیں ہے ہر کوئی اپنی اپنی ڈفلی بجانے میں مصروف ہے۔ میزوں پر فائلوں کے ڈھیرف لگے رہتے ہیں۔ ح اجت مندوں کا حجم غفیر رہتا ہے۔ لیکن کسی کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ انہیں ہر مرتبہ وعدہ فردا پر ٹرخا دیا جاتا ہے۔ چپڑاسی بادشاہ تو کسی خاطر میں لاتے ہی نہیں۔ افسر ماتحت سب ہی ایک عجیب سی دوڑ میں شامل ہیں۔ معقول تنخواہیں وافر آسائشیں اور بے شمار مراعت مل رہی ہیں۔ لیکن کام صفر کے برابر ہے۔ اس دفتر میں بک بک کرنے کے بعد گھر واپس آ کر بھی اس کے بارے میں سوچنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر اپنے دفتر کے بارے میں کچھ لکھوں تو اپنی ہی پست سے پردہ اٹھانے کے مترادف ہے۔ یہ کاروباری ماحول کسی انوکھی کہانی کو تو جنم نہیں دے سکتا۔

اپنے قرب و جوار میں بسنے والے ان لوگوں کے بعد میرے اپنے عزیز و اقارب اور یار دوست ہی رہ جاتے ہیں مگر یہ سب لوگ بھی دوسرے لوگوں کے ایسے ہی رشتے داروں جیسے ہیں۔ کیونکہ ہم سب ایک ہی دور اور ایک ہی معاشرے کے افراد ہیں۔ ان میں بہت اچھے۔ تھوڑے اچھے۔ برے بہت برے۔ سادہ لوح۔ مکار۔ غرضیکہ ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ جن کے چلن کے متعلق نت نئی کہانیاں ہم اخبارات اور رسائل میں پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ ازل سے ابد تک ایک جیسے ہی رہیں گے۔ ان میں نئے خصائل پیدا ہونے کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی کسی انوکھی کہانی کو جنم دینے کے اہل ہیں۔

ان مشاہدات سے دلبرداشتہ ہو کر میں کرسی سے اٹھ کر بستر پر لیٹ جاتا ہوں تا کہ ذہنی دباؤ سے کچھ سکون مل سکے۔ بستر پر لیٹتے ہی نہ جانے کیوں مجھے اس سوکھے اور ٹنڈ منڈ درخت کا خیال آ جاتا ہے۔ جو میری گلی کی آخری نکڑ پر مدتوں سے بنا کھڑا ہے اور میں اپنے ملنے والوں کو میرا گھر ڈھونڈنے کے لئے جس کا حوالہ دیتا رہتا ہوں۔ مجھے یہاں آئے ہوئے قریباً چار سال ہو چکے ہیں۔ اور میں اس درخت کو ایسے ہی دیکھ رہا ہوں۔ ذرہ بھر تبدیلی نہیں آئی اس میں۔ لمبا سا سیاہ تنا۔ لمبی لمبی سوکھی ہوئی شاخیں۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہو سکتا ہے یہ کبھی سر سبز و شاداب رہا ہو۔ اس کی شاخوں پر ہرے پتے اور خوشنما پھول ہوتے ہیں۔ لوگ اس کی گھنی چھاؤں میں چارپائیاں ڈال کر بیٹھے ہوں۔ مگر اب تو یہ بالکل اجڑا اجڑا۔ تنہا تنہا۔ اداس کھڑا انتظار کر رہا ہے کہ کب ہوا کا کوئی تند جھونکا آ کر اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔ لوگ اس کی شاخیں اور تنا کاٹ کر لے جائیں۔ کسی چھت میں ڈالیں یا چولہے میں جلائیں۔ اور اس طرح اس کا وجود ختم ہو جائے۔

یہ سوچتے سوچتے میری آنکھیں سخت بوجھل ہو جاتی ہیں۔ اور نہ جانے کس وقت گہری نیند سو جاتا ہوں۔ صبح آنکھ کھلتے ہی مجھے سب سے پہلے یہ خیال آتا ہے کہ میں نے ایک انوکھی کہانی لکھنی ہے۔ جو کسی مشہور رسالے میں شائع ہو کر میرا تعارف بن سکے۔ کل تک تو کوئی موضوع میرے ذہن میں نہیں آیا۔ لیکن آج دفتر سے واپس آ کر ضرور لکھنے کی کوشش کروں گا۔

ایک انوکھی کہانی' ایک زندہ جاوید شاہکار۔

○○○

پریشانی کے آثار نمایاں تھے وہ بھی میری ہی طرح بھارت سے ہجرت کر کے آئے تھے ان کے گھر والے پناہ ڈھونڈنے اگلے شہروں میں جا چکے تھے مگر یہ دونوں بھی کسب معاش کی جستجو میں لاہور رک گئے تھے۔ چند روز قبل ہی انہیں اس ادارے میں جگہ ملی تھی دونوں طبعیت اور بول چال کے بہت اچھے تھے۔ ہماری داستانیں اور دکھ بھی ایک ہی جیسے تھے اور اس مشترکہ رشتے نے ہمیں بہت جلد ایک دوسرے کے اتنا قریب کر دیا تھا جیسے ہم آپس میں بھائی بھائی ہوں۔

ہم دن بھر دفتر میں اکھٹے کام کرتے اور شام کو اکٹھے ہی کوارٹر واپس آ جاتے نہا دھو کر کپڑے تبدیل کرتے کھانا جو ہمارے آنے سے پہلے ہی تیار ہو چکا ہوتا تھا کھا کر فارغ ہو جاتے اس فراغت سے لے کر سونے کے وقت تک ایک لمبا وقفہ ہوتا تھا جسے کاٹنے کے لئے ہمارے پاس کوئی خاص پروگرام یا شغلہ نہیں ہوتا تھا بس کسی نہ کسی طرح وقت گزار کر سو جاتے تھے کچھ عرصہ تو یونہی گزرتا رہا لیکن ہم اسے محض تضیع اوقات سمجھتے ہوئے مطمئن نہیں تھے ہم چاہتے تھے کہ یہ وقت کسی اچھے مصرف میں لایا جائے لاہور ہم تینوں کے لئے بالکل نیا شہر تھا ہم اس کی وسعتوں سے بالکل بے خبر تھے کبھی کبھی تو یوں محسوس ہونے لگتا جیسے ہم پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی طرح کسی ان دیکھے تالاب میں رکھ دیے گئے ہوں یا کسی بہتے ہوئے دھارے میں ٹوٹے ہوئے پتوں کی طرح ہچکولے کھا رہے ہوں۔ ہم نے سر جوڑ کر کئی دنون تک سوچا کہ یہ وقت کیسے استعمال کیا جائے۔ پھر یکایک احساس ہوا کہ یہ وقفہ تو ہمارے لئے ایک نعمت ثابت ہو سکتا ہے۔ کیوں نہ اسے سیر و تفریح اور لاہور سے واقفیت حاصل کرنے میں صرفک یا جائے۔ پھر کیا تھا اسی دن سے ہم نے کھانے سے فارغ ہوتے ہی شہر کی سیاحت کو اپنا معمول بنا لیا۔ اپنی اپنی سائیکلوں پر سوار ہو کر بہت دیر تک سڑکوں۔ پارکوں۔ اور مختلف علاقوں میں گھومتے پھرتے اور رات گیارہ بجے کے قریب واپس آ کر اپنے اپنے بستر پر دراز ہو جاتے یہ آوارہ گردی ہمارے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہم لاہور کی بیشتر آبادیوں محلوں اور علاقوں سے واقف ہو گئے۔ لاہور تو بڑا ہی وسیع شہر

نکلا۔ ہماری سوچوں اور توقعات سے بھی بڑا۔ آہستہ آہستہ ہمارے اس معمول نے یہ صورت اختیار کر لی کہ جن راتوں میں چاندنی نہیں ہوتی تھی ہم لاہور کی جگمگ کرتی سڑکوں پر اندرون شہر گھومتے مگر جن راتوں میں چاندنی ہوتی ہم شحر سے نکل کر اس کے مضافات اور دیگر دور دور کے قابل دید مقامات پر چلے جاتے۔ پھر وہ وقت بھی آ گیا ہم اندروں اور بیرون لاہور کے چپہ چپہ سے واقف ہو گئے۔ یہاں تک کہ دفتر میں ہماری طرح کے نووارد ملازمین میں سے جب کوئی کسی جگہ کے متعلق پوچھتا تو ہم تفصیل کے ساتھ اس جگہ کا محل وقوع۔ وہاں تک پہنچنے کا راستہ اور وہاں کی خصوصیات تفصیل کے ساتھ بتا دیتے تھے۔ اسی لئے دفتر کے سارے لوگ ہمیں لاہور کی گائیڈ بک کہنے لگے تھے۔

وقت گزرتا رہا ور کام کے ساتھ ساتھ ہماری سیر و تفریح کا سلسلہ زور شور سے جاری رہا۔ ان سیروں کا مزا اس وقت اور بھی زیادہ ہو جاتا جب کسی کھلی اور خوبصورت سی جگہ پر بیٹھ کر اشفاق ہمیں اپنے گاؤں سے محفوظ کرتا ظالم کی آواز بڑی سریلی تھی اسے اساتذہ اور جاوید سر کردہ شعراء کا چیدہ چیدہ کلام زبانی یاد تھا بلکہ خود بھی کبھی کبھی طبع آزمائی کر لیتا تھا وہ جب بھی جذبات میں ڈوب کر کوئی چزی گاتا لطف آ جاتا ابھی اس کے ابتدائی شباب کے دن تھے ابھی اس کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی اسے نوکری ملنے پر تھوڑا بہت سکون اورب ے فکری بھی حاصل ہو گئی تھی اس کی سب سے پسندیدہ نظم ساحرلدھیانوی کی وہ نظم تھی جس میں اس نے اپنی محبوبہ کو کہیں اور ملنے کی تلقین کی تھی "میری محبوب کہیں اورملا کر مجھ سے" اس کی وجہ یہ بتایا کرتا تھا کہ میں اپنی ہونے والی محبوبہ کو لاہور کے اس چھوٹے سے کوارٹر میں نہیں ملنا چاہتا۔ یہ بھی کوئی محبت کرنے یا ملنے کی جگہ ہے۔

غالبًا آخر نومبر یا شروع دسمبر کا کوئی دن تھا میٹھی میٹھی سردی کا آغاز ہو چکا تھا اس رات جب چودھیں کا چاند آسماں پر ابھرا اور اس نے چاندنی ہر طرف بکھیر دی تو ہم نے یکایک پروگرام بنایا کہ آج دریائے راوی پر چلیں اور وہاں کشتی میں دریا کی سیر

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کریں ہم نے اپنی اپنی سائکلیں نکالیں اور دوسرے ہی لمحے سڑک پر رواں دواں تھے سردی کچھ زیادہ ہی تیز ہو گئی تھی مگر ہمارے عزم کے راستے میں حائل نہ ہو سکی راوی کے پل پر جب ہم نیچے دریا میں اترنے لگے تو وہاں ڈیوٹی پر متعین پولیس والے نے ہمیں روک لیا اور اپنی جرح شروع کر دی کون ہو کہاں سے آئے ہو؟ رات کے وقت تمہیں کیا کام ہے؟ ہم نے اسے اپنے پروگرام سے آگاہ کیا تو وہ کہنے لگا آوارہ لڑکو دریا کیس یر کا یہ کونسا وقت ہے وہ بھی ایسے موسم میں اس وقت تمہیں کون سیر کرائے گا ہم نے اسے یقین دلایا کہ ہمارا مقصد صرف سیر و تفریح ہے اجتماعی خود کشی کا کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی کسی تخریب کاری کا پروگرام ہے اس کا رویہ ہمارے ساتھ کافی مشفقانہ تھا تھوڑے بحث و مباحثہ کے بعد افہام و تفہیم ہو گئی اس نے ہمین نیچے جانے کی اجازت دے دی اس تاکید کے ساتھ کہ اگر ہمیں کشتی نہ ملی تو فور واپس آ جائیں گے آج کل تو راوی میں بے شمار کشتیاں چتی ہیں لیکن ان دنوں صرف دو کشتیاں تھیں جو دن بھر سطح آ پر لوگوں کو سیر کراتیں مگر شام ہوتے ہی ملاح انہیں کنارے کے کسی درخت سے باندھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے ہم خوش قسمت نکلے نیچے اترتے ہی ایک ملاح نظر آ گیا جو بندھی ہوئی کشتی کے پاس ہی کنارے پر آگ جلائے حقہ پینے میں مصروف تھا ہمن ے اس کے اس ہی اپنی سائکلیں کھڑے کر دیں اور اسے سیر کرانے کے لئے کہا ہمیں قدرے حیرت سے دیکھتے ہوئے اس نے اپنی اکھڑ زبان میں کہا "بے وقوفو! تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے رات کے اس وقت اور اس سردی میں سیر کرنے کا مشورہ تمہیں کس احمق نے دیا جاؤ جا کر اپنے بستروں میں آرام کرو لیکن ہمارے اصرار اور معقول معاوضے کی پیش کش نے اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا اس نے چھوٹے سے الاؤ پر پتھر رکھا اور حقہ ایک طرف کرتے ہوئے ہمیں کشتی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لیکن ساتھ ہی کہنے لگا کہ میں تمہیں کامران کی بارہ دری سے آگے نہیں لے جاؤں گا ہم اس کی بات مان گئے ان دنوں ادریا میں کافی پانی تھا

جس پر کشتی سانی سے چل سکتی تھی چاند کی کرنوں میں پانی کی لہریں جھلمل کر رہی تھی۔ کشتی آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی دریا کے وسط میں پہنچی تو اشفاق نے اپنی مخصوص لے میں فیص احمد فیص کی نظم چھیڑ دی آج کی رات ساز درد نہ چھیڑ ماحول سرد موسم اور اشفاق کی سریلی آواز نے ایک سماں باندھ دیا پھر بھی بارہ دری تک پہنچتے پہنچتے سردی سے ہمارے دانت بجنے لگے اور لباس پتلا ہونیکی وجہ سے جسم کانپنے لگا اس وقت ہمیں اپنی حماقت کا احساس ہوا ملاح بھی کانپتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا برخورداروا! آ گیا نہ اب مزا تمہین ماں کے لال گھر سے سیر کرنے نکلے تھے اب بری طرح کانپ رہے ہیں آئندہ ایسے موسم میں ایسی حماقت نہ کرنا ملاح کی ڈانٹ پر ابھی ہم شرمندہ بھی نہ ہونے پائے تھے کہ یکایک بارہ دری سی تھوڑا آگے مغربی کنارے پر بیلے میں آگ کا یاک بڑا الاؤ جلتا نظر آیا اسے دیکھتے ہی میرے منہ سے نکلا کہ آؤ تھوڑی دیر الاؤ پر جاک ر اپنا جسم گرم کرتے ہیں ہر چند ملاح کے ساتھ بارہ دری سے آگے نہ جانے کا معاہدہ تھا لیکن اس کی حالت بھی ہمارے جیسی ہی تھی فوراً راضی ہو گیا کشتی کھیتے ہوئے ہم الاؤ کے قریب کنارے سے جا لگے کشتی ایک درخت سے باندھ دی اور اور ملکر الاؤ کی طرف چل دیے جو سوگز سے زیادہ دور نہیں تھا قریب جا کر دیکھا یہ الاؤ ایک چھوٹے سے ڈیرے پر جل رہا تھا جہاں تین چار کمروں پر مشتمل ایک مکان تھا ایک بوڑھا آگ کے قریب چارپائی پر بیٹھا آگ سینک رہا تھا قریب ہی دوسری چارپائی پر ایک بچہ سو رہا تھا اس سے فوریا آگے ایک گائے کھونٹے سے بندھی چارا کھا رہی تھی اور کمرون کے قریب ایکمرد اور ایک عورتب ھی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے الاؤ کی تیز روشنی میں ہمیں یہ سب کچھ نظر آ رہا تھا ہم نے قریب پہنچ کر بڑے میاں کو سلام کیا اور آگ تاپنے کی اجازت چاہی برے میاں نے ہمیں گھور کر دیکھا آگ کی روشنی میں اس کی آنکھوںم یںایک عجیب سی چمک جھلک رہی تھی وہ پوچھنے لگا ارے لڑکو! تم اس وقت ادھر کیا کر رہے ہو جب ہم نے اسے اپنے مہم جوئی کے شوق سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

آگاہ کیا تو وہ زور سے ہنسا پھر ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اس کی اجازت غنیمت سمجھ کر ہم آگ کے قریب زمین پر بیٹھ گی آگک ی خوشگوار تپش جب ہم تک پہنچی تو ہم نے اطمینان کا سانس لیا۔ پہلے ہم نے ہاتھ گرم کیے پھر جوتی اتار کر پاؤں بھی آگیک ر دیے یہ آگ میسر آنے پرمجھے اس بڑھیا کی بات یاد آ گئی جس نے ایسی ہی سردی میں آگ تاپتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ میرا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے مجھے اس جہان میں آگ دی ہے۔ اگلے جہاں میں بھی دینا ہم آگ تاپتے رہے اور بڑے میاں بڑی خاموشی سے ہماری طرف دیکھ کر مسکراتے رہے پھر دھیمے دھیمے لہجے میں ہمارے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے ہمارے نام کام اور دیگر مشاغل کے بارے میں کئی سوال کیے جن کا ہم جواب دیتے رہے بڑے زندہ دل اور جہان دیدہ لگتے تھے تھوڑی دیر تک جب ہماری سردی کا اثر کم نہ ہوا تو انہوں نے رخ پچھلی طرف موڑتے ہوئے آواز دی بیٹا عبدالرحمان ادھر آؤ دیکھو ہمارے گھر سیاہ آئے ہیں ذرا آ کر ان کی شکلیں اور حالت دیکھو سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں انہیں تھوڑی سی چائے پلاؤ بیٹے نے وہیں سے جواب دیا آتا ہوں باباف چائے کا نام سنتے ہی ہماری باچھیں کھل گئیں تھوڑی دیر میں عبدالرحمان ضروری برتن لے کر آ گیا علیک سلیک کے بعد وہ بھی ہمارے ساتھ زمین پر ہی بیٹھ گیا اور الاو پر چائے بنانا شروع کر دی اس دوران بڑے میاں کے ساتھ ہماری ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں جب چائے بن گئی تو عبدالرحمان نے چھوٹی چھوٹی پالیوں میں چائے ہمارے ہاتھوں میں تھما دی جسے ہم نے چسکیاں لے لے کر پیا۔

جب ہم چائے پی چکے تو بڑے میاں پھر ہم سے مخاطب ہوئے "لڑکو! تم جو اس وقت اس ویرانے میں آئے ہو کیا تمہیں کوئی احساس نہیں ہوتا؟

"کس چیز کا ڈر؟" کفیل نے پوچھا

"یہی جنگلی جانوروں کا"

"جنگلی جانور ادھر کہاں" اس دفعہ اشفاق بولا

© Urdu4U.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

واپس کنارے پر آ کر جب ہم ملاح کو پیسے دے رہے تھے تو ہمی وہیں سے دور اس بیلے میں دوبارہ الاؤ جلتا ہوا نظر یا لیکن ہمن ے ننگے پاؤں دوڑ کر اپنی اپنی سائکلیں اٹھائیں اور وہاں سے بھاگ اٹھے خدا خدا کر کے اپنے کوارٹر میں داخل ہوئے تو کمرے والا گھڑیال بارہ بجا رہا تھا اس کی آوازیں لگتی تھیں جیسے ہمارے پیچھے آنے والا کوئی شخص ہمارے دروازے پر دستکیں دے رہا ہے آتے ہی ہم اپنے بستروں پر لیٹ گئے لیکن رات بھر نیند نہ آئی رہ رہ کر ڈراؤنے خیال آتے رہے بڑے میاں کا چہرہ انکا تحکمانہ انداز گفتگو اور بعد کا سارا واقعہ ذہن میں گھومتا رہا

صبح ہوئی تو میرا جسم ٹوٹ رہا تھا مگر کفیل اور اشفاق دونوں بخار کی شدت سے کراہ رہے تھے۔

○○○

جیسے اجلے اجلے اور روشن روشن تھے ایک پرانا نام امجد خان اور دوسری پر صوفیا خانم لکھا ہوا تھا۔ کتبوں کی باقی تحریر بتا رہی تھی کہ دونوں میاں بیوی تھے مجھے رشک آنے لگا کہ زندگی میں ایک ساتھ رہنے کے بعد بھی انہوں نے ایک دوسرے سے جدا رہنا گوارانہ کیا اور اپنی آخری آرام گاہیں بھی پہلو بہ پہلو بنوائیں اللہ انہیں کروٹ کروٹ چین نصیب کرے میرے دل نے یہ معلوم کرنے کی قطعاً خواہش نہ کی کہ یہ دونوں خوش نصیب کون تھے؟ کہاں رہتے تھے؟ یا وہ کن حالات میں مرتے وقت بھی ایک ساتھ رہے؟

ہاں مگر ان دونوں قبروں نے میرے دل میں اپنے ایک جگری دوست اور اس کی محبوبہ کی یاد تازہ کر دی میری دوست کا نام بھی امجد خان تھا اور اس کی محبوبہ کا نام صوفیا خانم میرا عزیز دوست جب ناگہانی موت کا شکار ہو کر دفن ہوا تھا تو اس کے مرقد بھی ہو بہو ایسا ہی سنگ مر مر کا مزار بنایا گیا تھا اور ایسا ہی کتبہ نصب فکیا گیا تھا لیکن یہ تو آج سے کم و بیش پچپن سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اور وہ اس شہر میں رہتا تھا جو اب واہگہ کے اس پار ہے ۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے ہجرت کے وقت تک میں متواتر اسکی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھتا رہا تھا پھر جب میں واہگہ سے اس پار آگیا تو یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ قیام پاکستان سے قریباً آٹھ سال بعد مجھے پھر اس شہر میں جانے کا اتفاق ہوا تو میں خاص طور پر اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے گیا مگر افسوس وہ قبرستان اجڑ چکا تھا تمام کتبے بھی غائب ہو چکے تھے یوں لگتا تھا جیسے ساری قبروں پر ہل چلا دیا گیا ہو۔ قبروں کے نشانات بالکل مفقود تھے جیسے یہاں کبھی تھیں ہی نہیں۔ دوست کی قبر کا تعین بھی ناممکن تھا۔ یونہی انداز ایک جگہ کھڑے ہو کر بوجھل دل کے ساتھ فاتحہ پڑھی اور چند آنسوؤں کے پھول چڑھا کر واپس آ گیا اس دن کے بعد آج تک جب بھی دل میں اس کی یاد ابھرتی ہے میں یہیں اس سے بہت دور بیٹھ کر اس کے حق میں دعا کر لیتا ہوں امجد تو میری آنکھوں کے سامنے جدا ہوا اور اسے میرے سامنے ہی دفن کر دیا گیا تھا لیکن مجھے آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کی صوفیا کس شہر میں

گئی اور اس کا کیا حال ہوا بہر حال میں صوفیا کیلئے بھی ہمیشہ دعا کرتا رہتا ہوں اور اسے یاد کرتا رہتا ہوں اللہ تعالی امجد اور صوفیا دونوں پر اپنی رحمت کرے۔

URDU4U.COM

امجد اور صوفیا کے ساتھ میرے اس خلوص پیار محبت اور گہری وابستگی کی وجہ یہ ہے کہ دونو میرے شہر اور میرے محلے میں میرے گھر کے قریب ہی رہتے تھے امجد کا مکان توم یرا مکان چھوڑ کر دو گھر آگے تھا البتہ صوفیا ہماری گلی میں ذرا دور رہتی تھی وہ عمر میں مجھ سے توڑا بڑا تھا اور دو جماعتیں سینئر تھا ہم ایک ہی سال اور بعد میں ایک ہی کالج میں پڑھے میرا پڑوسی اور ہم مکتب ہونے کی وجہ سے میری اس کے ساتھ گہری دوستی تھی۔ اس کے علاوہ میں اس کا ہم راز بھی تھا وہ مجھے اور میں اسے اپنا بھائی سمجھتے تھے کچھ ایسے ہی مراسم ہم دونوں کے گھر والوں میں بھی تھے۔ صوفیا اس کے رشتے جدار تھی قریبی تو نہیں مگر اتنے دور کی بھی نہیں۔ وہ بھی تھوڑی چھوٹی ہونے کی وجہسے امجد سے دو کلاسیں پیچھے تھی۔ یعنی میری ہی طرح یہ الگ بات تھی کہ ہم لڑکوں کے سکول اور بعد میں لڑکوں کے کالج میں پڑھے جبکہ صوفیا لڑکیوں کی سکول اور کالج میں۔

پڑھائی کے سالوں کے دوران ہی امجد اور صوفیا کے آپس میں محبت ہو گئی۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور گہری ہوتی گئی۔ میں ان کی محبت کا اکلوتا ہم راز تھا۔ امجد اپنی ہر بات مجھے بتا دیا کرتا تھا اور اسی طرح صوفیا بھی مجھ پر بہت اعتماد کرتی تھی۔ اس لئے میں اس کے احساسات اور کیفیات سے بھی بخوبی واقف تھا۔ وہ مشکل اوقات میں مجھ سے ہی مشورہ کیا کرتی تھی۔ اس کے گھر والے میرے اور امجد کے باہمی تعلقات اور دوستی کو دیکھتے ہوئے مجھے بھی اپنے ہی گھر کا فرد سمجھتے تھے۔ امجد اور صوفیا چونکہ رشتے دار تھے اس لئے ایک دوسرے کے گھر بغیر کسی جھجک یا روک ٹوک کے آیا جایا کرتے تھے۔ حتے کہ دونوں کے اکھٹے باہر سیر کرنے یا شاپنگ کے لے جانے پر کوئی قدغن نہیں تھی۔ دونوں کے والدین کی بھی خواہش تھی کہ تعلیم مکمل ہونے پر دونوں کی آپس

مکمل ہو گئی۔ اب وہ گھر پر رہ کر ہی خوش آئند خواب دیکھتی تھی۔ اور خیال ہی خیال میں گھروندے بناتی تھی۔ اسے امجد کے خط آتے رہتے تھے۔ جو مجھے ضرور پڑھاتی تھی ہاں اپنے ان خطوط کا مضمون چھپائے رکھتی تھی جو وہ جواب میں لکھتی تھی اب انہیں صرف اور صرف اس دن کا انتظار تھا جب انہوں نے ایک ہو جانا تھا۔

ایک روز میں جب صوفیا کی خیرت معلوم کرنے اس کے گھر گیا تو اس نے بڑی مسرت کے ساتھ امجد کا وہ خط دکھایا جو اسے اسی روز ملا تھا۔ اس خط کا متن مجھے آج بھی یاد ہے جو کچھ یوں تھا۔

"تم نے جنگی نمائش کے انعقاد کی خبر سن لی ہو گی یہ نمائش ہندوسان کی تاریخ میں ایک مثالی نمائش ہو گی پورے ہندوستان سے چیدہ چیدہ سپاہی ملاح اور ہوا باز حصہ لیں گے تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ ہوائی فوج کی نمائندگی میرے حصہ آئی ہے۔ کتنی بڑی عزت ہے یہ۔ میرے اعلی افسر مجھے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس نمائش کا فوراً بعد مجھے ترقی مل جائے گی۔ اس نمائش میں شریک ہونے کے لئے میں یہاں سے سات ستمبر کی صبح روانہ ہوں گا۔ اور اسی روز قریباً گیارہ بجے تمہارے شہر کے اوپر سے گزروں گا۔ آگے جانے سے پہلے میں ایک بار تمہارے گھر کے اوپر چکر ضرور لگاؤں گا۔ میرے جہاز کی نشانی یہ ہو گی کہ میں دور مشرق سے بہت نیچی اڑان میں گزروں گا۔ مجھے امید ہے اس روز گیارہ بجے کے قریب تم اپنے گھر کی چھت پر موجود رہو گی۔ اور مجھے ہاتھ ہلا کر بائی بائی کہو گی۔ میں بھی اوپر جہاز میں بیٹھا اپنا ہاتھ ہلا کر تمہیں ہیلو ہیلو کروں گا۔"

صوفیا نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں بھی اس دن ٹھیک ساڑھے دس بجے اس کے گھر

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سے خوب الجھ بھی پڑتے مگر یہ الجھاؤ کوئی تلخی یا ناراضگی پیدا کرنے کی بجائے ہماری دوستی میں مزید اضافہ کر دیتا الجھنے کے بعد جس کی بھی زیادتی ہوتی وہ کھلے دل سے کود ہی معافی مانگ لیتا اور معاملہ رفع دفع ہو جاتا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارا ملنا جلنا جاری رہا جب میں سکول سے فارغ ہو کر کالج میں داخل ہوا تو اس وقت میریا سینئر کیمرج میں تھی گو ہم دونوں گھرانوں میں مذہبی تہذیبی اور معاشرتی طور پر بڑا فرق تھا پھر بھی یہ ساری چیزیں ہمارے ملنے جلنے میں کبھی حائل نہ ہوتی تھیں میریا کے والدین مجھے بڑا پیار کرتے تھے شاید اس لئے کہ انکی اپنی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔

وقت کا دھارا بڑے سکون سے بہتا رہا اور ہمارے میل جول میں بھی اضافہ ہوتا رہا حتے کہ دس سال کا عرصہ گزر گیا پھر میرے والد صاحب کا تبادلہ ایک دوسرے دور دراز شہر میں ہو گیا اور ہمارا گھرانہ اس شہر میں چلا گیا شروع کے ایک دو سال تو ہمارا رابطہ اور چند مرتبہ ملاقات بھی ہوئی پھر یہ سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا اور آہستہ آہستہ ہم ایک دوسڑے سے بے خبر ہو کر رہ گئے۔

اسی دوران میں نے اپنی تعلیم مکمل کر لی اور مجھے فوج میں کمیشن مل گیا ٹریننگ کے بعد کے دس سال مختلف مقامات پر تعنیات ہوتا رہا پھر ایک کورس کے سلسلہ میں مجھے چار ماہ کے لئے ایک ایسے مقام پر جانا پڑا جہاں علیحدہ قسم کی کوئیس رکاری رہائش موجود نہیں تھی۔ اس لئے مجھے ایک ہوٹل نما ریسٹ ہاؤس میںٹ ھہرا دیا گیا جس میں میرے علاوہ کچھ اور لوگ بھی رہتے تھے اور یہ وقفوں وقفوں سے بدلتے رہتے تھے میرے اسی قیام کے دوران یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ جس کا ذکر اس پرانی ڈائری کے آخری صفحات پر میرے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہوا تھا۔ یہ واقعہ کیسے ہوا اور کتنا اندوہناک تھا اس کی تفصیل اس ڈائری میں مختلف تاریخ پر یوں درج تھی:

۱۳ دسمبر

دفتر سے فارغ ہو کر آج جب میں سہ پہر ریسٹ ہاؤس پہنچا تو صدر دروازے سے داخل

مس میریا کے ہاں چائے بڑی پر لطف رہی۔ اس کی بھولی بھالی باتوں اور حسن اخلاق نے میری نظروں میں اس کی عظمت اور بڑھا دی ہے۔ اسکا بنگلہ نما چھوٹا سا سرکاری کوارٹر ایک چھوٹے سے ٹیلے پر واقع ہے۔ جسے اس نے بڑے سلیقہ اور چابکدستی سے آراستہ کر رکھا ہے۔ اسنے مجھے بنگلہ کو کونہ کونہ دیکھایا شیشے کے بڑے سے شو کیس میں رکھی ہوئی رنگ برنگی مچھلیاں اور اپنے خوبصورت البم بھی دکھائے۔ اور میرے رخصت ہونے سے پہلے مجھے پیانو پر اپنی نہایت سریلی آواز میں ایک گیت سنایا جس میں موسم بہار کو نہایت حسین پیرایا میں خوش آمدید کہا گیا تھا۔

رخصت کرتے وقت میریا نے کہا چونکہ اس کے والد مجھے بہت چاہتے تھے اور اس کے علاوہ ہم ایک طویل عرصہ اچھے پڑوسی بھی رہے تھے۔ اس لئے اسے مجھ سے والہانہ انس ہے۔ وہ بہت خوش ہے کہ اس کے بچپن کا ایک بہت اچھا دوست کئی سالوں کے بعد پھر مل گیا ہے میں اس کے ان جذبات کا شکریہ ادا کرتے ہوے اس کے متعلق نہایت خوشگوار تاثرات لے کر واپس لوٹا۔

۱۷ دسمبر

آج اپنے ہیڈ کوارٹر سے لوٹتے ہوئے خیال آیا کہ مس میریا سے ملتا چلوں اسکا کوارٹر میرے راستے ہی میں تو پڑتا ہے وہ مجھے اپنے کوارٹر کے سامنے لان میں چہل قدمی کرتے ہوئے مل گئی نہایت تپاک سے ملی اور مجھے کشاں کشاں برآمدے میں لے آئی تھوڑی ہی دیر میں چائے آ گئی ہم چائے پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے دوران گفتگو اس نے کہا کام کی اتنی زیادتی ہے کہ تھک جاتی ہوں جی چاہتا ہے کہیں سیر کے لئے جاؤں مگر اکیلی جانے کو جی نہیں چاہتا اب تم مل گئے ہو تو جی چاہتا ہے اس اتوار کو تمہارے ساتھ کہیں پک نک پر جاؤں مجھے کسی تفریح پر گئے ہوئے عرصہ ہو گیا ہے کانونٹ سی نکلنے کے بعد پک نکیں تو ایک خواب بن کر رہ گئی ہیں اب تو یہاں صرف سروس کی مصروفیات ہیں یا تنہائی کے لمحات! اس نے اس خواہش کا اظہار کچھ اس انداز سے

کیا کہ میں انکار کی جرت نہ کر سکا علاوہ اس کے مجھے بھی اتوار کو کوئی کام نہیں ہے چنانچہ مفصل پروگرام طے کرنے کے بعدم یں اپنے زیست ہاؤس واپس آ گیا۔

URDU4U.COM

۱۹ دسمبر

آج تمام دن پک نک میں صرف ہوا ابھی بمشکل آٹھ ہی بجے تھے کہ میریا دوار دلیوں کے ہمراہ آ پہنچی بلا کی سردی تھی آہستہ آہستہ سورج کی کرنوں نے تمازت پکڑیا ور دھند نے پہاڑ کے دامن سے قبضہ اٹھانا شروع کیا ضروری سامان لے کر دس بجے کے قریب ہم ٹھٹھرتے ہوئے روانہ ہو گئے گھنٹہ بھر کی کوہ پیمائی کے بعد ہم مقررہ مقام پر پہنچے یہ جگہ میں نے پہلے نہیں دیکھی تھی مختصر سی وادی تھی جس میں ایک پہاڑی چشمہاپنا سر پٹختا ہوا ٹنڈ منڈ ڈرختوں اور زرد جھاڑیوں کے بیچوں بیچ بہہ رہا تھا سامان اردلیوں کی تحویل میں چھوڑ کر ہم چشمہ کے ساتھ ساتھ گھومتے رہے میریا بچوں کی طرح چشمہ کے کنارے گیلی مٹی سے گھروندے بناتی رہی اور پانی سے فرضی باغات کی آبیاری کرتی رہی اس کی باتوں میں رومانیت پیدا ہوتی گئی وہ کسی خیال سے رہ رہ کر چونک اٹھتی اور نہایت متفکرانہ انداز میں دور چوٹیوں کو گھورنے لگتی میں نے محسوس کیا کہ اس کے خیالات میں ضرور کوئی طوفان بل کھا رہا ہے اسکی نگاہیں کسی کی منتظر ہیں اور اس کے دل میں کوئی چنگاری بھڑک اٹھنے کیلئے بے تاب ہے ہم ایک اونچے سے پتھر فپر بیٹھ کر چشمے میں کنکر پھینکتے رہے اور باتیں کرتے رہے میں باتوں ہی باتوں میں اس کے دل کو کریدنے کی کوشش کرتا رہا آخر میرے اصرار پر اس نے انکشاف کیا کہ وہ ویلز سے محتب کرتی ہے جو اسکا منگیتر بھی ہے اس نے مجھے ویلز کی دی ہوئی انگوٹھی بھی دکھائی جس میں ایک خوشنما ہیرا جگمگا رہا تھا میریا نے یاک لمبی سانس بھرتی ہوئے کہا وہ عنقریب انہیں چوٹیوں کو عبور کر کے اسے ملنے آئے گا اور پھر وہ نہایت دھوم دھام سیم قامی گرجا میں شادی کریں گے۔

اس نے یہ بھی بتایا کہ ویلز برطانوی فوج میں کپتان ہے میریا اس کی نیلگوں آنکھوں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہمراہ کل شام چھ بجے ادھر پہنچ رہی ہے وہ سیدھے ہوٹل ہی آئیں گے ساتھ ہی مجھے پھر تاکید کی کہ میں دعوت کا انتظام کی طرف خوصی توجہ دوں گی اگر ان کے پہنچے میں کچھ دیر ہو جائے تو میں ان کے قائم مقام کی حیثیت سے مہمانوں کا استقبال کروں جس کے لئیوہ اور ویلز دونوں میرے مشکور ہوں گے۔

۲۴ دسمبر

دن بھر کافی مصروفیت رہی دفت رسے شام کے قریب نکلیں کر ہوٹل پہنچا واقعی نہایت پر تکلف دعوت کا انتظام کیا گیا تھا ہوٹل کے منیجر نے بتایا کہ اس موسم میں اتنی عظیم الشان دعوت کا آرڈر اس جگہ کی تاریخ میں پہلا واقعہ ہے۔ کرسمس اور اس دعوت کی مشترکہ تقریب پر ہوٹل دلہن کی طرح سجا ہوا تھا اور چکا چوند کر دیے والی روشنیاں جگمگا رہی تھیں لاؤنج جکے وسط میں کرسمس کا بڑا سا درخت عجیب بہار دے رہا تھا باہر غضب کی سردی پڑ رہی تھی ساڑھے چھ بجے کے قریب آہستہ آہستہ برف پڑنی شروع ہو گئی میں اور منیجر میریا اور ویلز کا انتطا کرنے لگے ہر ہارن پر مجھے میریا کی کار کا گمان ہوتا سات بجے مہمان آنا شروع ہو گئے حتے کہ ساڑھے سات بجے تک ہال کھچا کھچ بھر گیا ہوٹل کی فضا میں آرکسٹر کی دلنواز تانیں بلند ہونے لگیں دوسرے لاؤنج میں تھے بچوں نے رنگا رنگ غباروں کے تعاقب میں ہلڑ مچانا شروع کر دیا۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا ہمارے انتظار میں شدت پیدا ہو گئی آٹھ بجے میں نے پنڈی فون کیا معلوم ہوا کہ وہ دونوں قریبا پانچ بجے وہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔ کسی وقت بھی پہنچ سکتے ہیں ساڑھے آٹھ بج گئے برف نہایت تیزی سے گرنا شروع ہو گئی اور ہوٹل کے باہر ہر طرف بھیانک سماں پیدا ہو گیا بے چینی مجھی سخت پریشان کرنے لگی مہمان بدستور خوش گپیوں میں مصروف تھے ساتھ والے لاؤنج میں تو نو عمر جوڑوں نے کرسمس کا ناچ بھی شروع کر دیا ہوٹل کا مینجر بار بار متفکرانہ انداز میں پوچھ رہا تھا کہ کھانا کب شروع کیا جائے گا وقت بوجھل چھکڑے کی طرہ رینگ رہا تھا اب نو بجنے

کے خون بھرے چہرے پر بہت زیب دے رہے تھے میریا کا چہرہ اس ابدی وصال پر دمک رہا تھا۔

میں اس منظر کی تاب نہ لا سکا اور آنسو ضبط کرتے ہوئے پولیس اسٹیشن سے باہر نکل آیا برف گرنی بند ہو چکی تھی اور خون جما دینے والی سرد ہوا درختوں اور جھاڑیوں میں شیون کر رہی تھی خوف سے میرے قدم تیز تر ہوتے گئے مجھے پہاڑوں کی گہرائی سے رہ رہ کر میریا کی سریلی آواز اٹھتی سنائی دے رہی تھی:۔

"میرے خزاں کے دن بھی عنقریب ختم ہونے کو ہیں ویلز کے آنے پر ہم ایک جشن من ائیں گی وہ پیانو بجائے گا اور میں گاؤں گی اپنی زندگی کا بہترین گیت اپنے ارمانوں سے سجایا ہوا ملکوتی نغمہ اب میں کرسمس ناچ بڑی دھوم دھام سے ویلز کی ساتھ ناچوں گی یہ کرسمس میرے لئے کتنی مسرتوں کا پیغام لے کر آیا ہے میں انہیں م سرتوں کو جلو میں لے کر اپنی زندگی کابہترین ناچ ناچوں گی پھر ہم مقامی گرجا میں شادی کریں گے اور اگلی بہار میں ہم دونوں سوئٹز رلینڈ جائیں گے۔"

اُردو کُتب خانہ
URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT